شہرِ نگار

سرور عالم راز سرورؔ

حرفے چند

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہء پارینہ را

یادش بخیر بچپن کا وہ زمانہ ہنوز میرے ذہن و دماغ میں تر و تازہ ہے جب تقریباً ہر شام والد مرحوم (حضرت رازؔ چاند پوری تلمیذ حضرت سیمابؔ اکبر آبادی مرحوم) اپنی چار پای پر لیٹ کر اپنے مخصوص انداز میں فکر سخن کیا کرتے تھے۔ حقہ کی نے منھ میں دابے اور آنکھیں بند کئے وہ گاہے مترنم آواز میں گنگناتے اور گاہے قدرے بلند آواز سے ایک والہانہ انداز میں اشعار پڑھنے لگتے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ سرہانے سے پنسل اور بیاض اٹھا کر اشعار لکھ لیتے اور پھر فکر میں لگ جاتے۔ حقہ کی گڑگڑاہٹ اور ان کی مترنم غزل سرائی میرے کانوں کو بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ اس وقت اتنا شعور تو نہیں تھا کہ شعری تخلیق کے اس عمل کو یا اس کی اہمیت کو سمجھتا۔ البتہ ایک بے نام سا احساس دل کو ضرور تھا کہ کوئی اہم کام انجام دیا جا رہا ہے جو گھر میں خاموشی اور امن و سکون چاہتا ہے۔

ذرا اور بڑا ہوا تو دیکھا کہ گھر میں ایک نہایت صاف، ستھرا، روشن اور شریفانہ ماحول جاری و ساری تھا۔ ہر کام اور بات میں شایستگی اور شرافت پیش نظر رکھی جاتی تھی۔ گھر میں یا گھر سے باہر کوئی بازاری یا غیر شائستہ بات کرنا یا کوئی عامیانہ یا اوچھا کام کرنا ہر شخص کے لئے ممنوع تھا۔ اس اصول کو والدین نے سختی سے یا سزا کا خوف دلا کر نافذ نہیں کیا تھا بلکہ محبت، شفقت اور مثال قائم کر کے ثابت اور قائم کیا تھا۔ گھر میں ادبی ماحول تھا۔ والد مرحوم کا شمار ملک کے مشاہیر شعرا میں ہوتا تھا اور ان کا کلام تقریباً تمام موقر اور معیاری رسائل اور اخبارات میں شائع ہوتا تھا۔ ان رسائل میں سے اکثر و بیشتر والد مرحوم کے پاس باقاعدہ آیا کرتے تھے۔ ہمایوںؔ، ہزار داستاںؔ، عالمگیرؔ، خیامؔ، نگارؔ، شاعرؔ، سروشؔ اور ایسے ہی دوسرے رسالے آتے اور والد مرحوم پڑھ کر انھیں سالانہ جلدوں کی صورت میں اہتمام اور نفاست کے ساتھ الماری میں سجا دیتے تھے۔ گھر میں میرے علاوہ تین بیٹے اور تھے۔ ہم سب کو ان رسائل کو پڑھنے کی مکمل آزادی تھی۔ چنانچہ سال بھر عموماً اور گرمیوں کی چھٹیوں میں خصوصاً ان ادبی رسالوں کا پڑھنا ہم سب کا محبوب مشغلہ تھا۔

والد مرحوم کے اکثر و بیشتر احباب یا تو شاعر تھے یا اردو نواز اور ادب دوست۔ ہفتہ میں دو چار شامیں ایسی ضرور ہوتی تھیں جب ان میں سے چند بزرگ ہمارے گھر آتے تھے۔ والد مرحوم ان لوگوں کے ساتھ جب گپ شپ، تبادلہء خیال یا ادبی گفتگو میں مصروف ہوتے تو اکثر میں کسی ستون یا کواڑ کی آڑ سے ان کی باتیں سنتا تھا۔ بعض اوقات کوئی شام نجی محفلِ سخن کا روپ دھار لیتی، لوگ ایک دوسرے کو کلام سناتے اور داد دیتے۔ واہ واہ اور سبحان اللہ کے مترنم اور شائستہ شور میں والدہ مرحومہ کی تیار کی ہوئی چائے باورچی خانہ سے سینی میں لگا کر محفل میں پہنچانے کی خدمت اکثر میرے ہی سپرد ہوا کرتی تھی۔ ان محبت کیش بزرگوں کی غزل سرائی، محفل کی شائستگی، حقہ کی گڑگڑاہٹ، چائے کی پیالیوں کی کھنکھناہٹ اور واہ واہ، سبحان اللہ کی آوازیں مل کر عجیب دلکش فضا پیدا کر دیتی تھیں۔ یہ منظر اب بھی میرے ذہن و دماغ میں محفوظ ہے اور گاہے گاہے دل کو پھر اسی کیفیت سرور و سرخوشی کی یاد دلا دیتا ہے جو اس دور اور ان بزرگوں کی ذات و صفات سے وابستہ تھی۔

ایسے روح افزا اور نکھرے ہوئے ماحول کا ذہن پر اثر ہونا ایک فطری بات تھی۔ چنانچہ میں نے ہوش سنبھالا تو میرے دو بڑے بھائی اخترؔ راز اخترؔ (مرحوم) اور محمودؔ راز محمودؔ میدان شاعری میں قدم رکھ چکے تھے۔ محمودؔ راز کا شوق شعر گوئی اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا۔ البتہ اخترؔ راز اپنی کوششوں میں اتنی ترقی کر چکے تھے کہ ان کا کلام اور افسانے رسالوں اور اخبارات میں شائع ہونے لگے تھے۔ دونوں بھائیوں کا شوق اور ان کی بیاضیں دیکھ کر مجھے بھی شاعری کرنے اور اپنا نام کسی رسالہ میں چھپا دیکھنے کی خواہش ہوتی تھی۔ اسی شوق اور خلش کا پہلا مظہر غالباً وہ خود ساختہ بیاض تھی جس میں مَیں نے اِدھر اُدھر کے ایسے بہت سے اشعار لکھ لئے تھے جو مجھے اچھے لگتے تھے۔ یہ بیاض جس کو میں نے نہ معلوم کیا سوچ کر ”تنویر سرور“ کا نام بھی دے رکھا تھا، امتداد زمانہ سے کہیں ضائع ہو گئی۔ اخترؔ راز عنفوان شباب ہی میں والدین کو داغ مفارقت دے گئے اور محمودؔ راز کی شاعری امتداد زمانہ اور نامساعد حالات کا شکار ہو کر ”نقش و نگار طاق نسیاں“ بن گئی۔ اب وہ علی گڑھ (ہندوستان) میں یونی ورسٹی کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر مقیم ہیں اور منھ کا مزا بدلنے کی خاطر گاہے گاہے ”بقدر بادام“ شعر کہہ لیا کرتے ہیں۔ گویا والد مرحوم کا جلایا ہوا یہ چراغ اب

صرف میری ٹوٹی پھوٹی کوشش سے ہی روشن ہے۔الحمدللہ!

اپنی شاعری کی ابتدا مجھ کوخوب یاد ہے ۔جبل پور (مدھیہ پردیش، ہندوستان) کے انجمن اسلامیہ ہائی اسکول میں ساتویں درجہ کا طالب علم تھااورعمرتقریباً تیرہ سال کی تھی ۔ایک دن میرے ایک ہم جماعت دوست مہاشہ پرشاد نے واللہ اعلم کیوں شاعری کی ترغیب دی۔ان کی اس اکساہٹ سے عجیب سا ذہنی حادثہ پیش آیااور دوسرے ہی دن چند اشعار کی غزل کہہ ڈالی جس کا صرف مطلع ہی یاد رہ گیا ہے۔

پندار تمنا ٹوٹ گیا اب دل کا عالم کیا ہوگا
پھر جان پہ شاید بن جائے ناکامی کا غم کیا ہوگا

اتنی ہمت تو اس عمر میں نہیں تھی کہ غزل بغرض اصلاح والد مرحوم کو دوبدو جا کر دیتا۔البتہ غزل لکھ کر ان کی غیر موجودگی میں ان کے بستر پر سرہانے رکھ آیا اور شام تک انتظار اور تردد کی کیفیت سے دوچار رہا کہ دیکھئے کیا حادثہ پیش آتا ہے۔ جب والد مرحوم اس شام دفتر سے آئے تو میں کچھ خوف اور کچھ امید میں دھڑکتے دل کے ساتھ کواڑ کی اوٹ منتظر کھڑا تھا۔انھوں نے کاغذ اٹھا کر دیکھا اور نام پڑھتے ہی بے ساختہ خوشی سے ان کے منھ سے نکلا" اچھا !" پھر مجھ کو بلا کر" شاباش" دی اور بعد اصلاح غزل واپس کی۔ مجھے ان کے چہرہ کی بشاشت اور آنکھوں کی فخریہ چمک خوب یاد ہے۔اسی رات ان کے چند احباب ان سے ملنے آئے تھے تو چھوٹتے ہی والد مرحوم نے جو فخریہ جملہ ان سے کہا تھا وہ میرے ذہن میں ہمیشہ کے لئے کندہ ہوکر رہ گیا ہے: "بھئی! ہمارے گھر میں آج ایک نیا شاعر پیدا ہوا ہے۔سرور بھی شاعری کرنے لگا ہے!"

اس کے بعد باقاعدہ شاعری اور اصلاح کا سلسلہ شروع ہو گیا۔غزلیں کہتا تھا۔ چند نظمیں بھی کہیں لیکن فطری رجحان غزل گوئی کی ہی جانب تھا (اور اب بھی ہے)۔غزل لکھ کر والد مرحوم کی ڈیسک میں رکھ دیتا اور وہ اسے دیکھ کر بعد اصلاح عموماً دوسرے دن مجھے بلا کر دست بدست واپس کر دیتے تھے۔ جو شعر عامیانہ ہوتا یا کسی اور وجہ سے پسند نہ آتا اسے یکسر قلم زد کر دیتے گویا ایسے شعر پر محنت کرنا وقت اور صلاحیت دونوں کا ضیاع تھا۔ بہت جلد میری سمجھ میں آ گیا کہ عامیانہ اور بازاری مضامین کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہوں گے۔ یہ سلسلہ کئی سال چلتا رہا اور میری بیاض میں غزلوں کا خاصہ بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ میں اپنی شاعرانہ کوششوں سے مطمئن تھا کہ انجینئرنگ کالج میں داخلہ لے لیا۔شاید ازخشک مضمون کی مصروفیت نے یا واللہ اعلم کس حادثہ نے یہ رنگ دکھایا کہ شاعری کا سلسلہ یک لخت بند ہو گیا اور برسوں بند رہا یہاں تک کہ اس دور کی درجنوں غزلیات سے بھری ہوئی میری بیاض زندگی کے کسی موڑ پر خدا جانے کہاں گم ہو گئی۔اس نقصان کا مجھ کو اب تک بہت ملال ہے۔اس زمانہ کی یادگار اب میرے پاس وہ چند صفحات رہ گئے ہیں جن پر والد مرحوم کی اصلاح سے مزین کچھ غزلیں درج ہیں۔ یہ صفحات تبرکات کے طور پر میری موجودہ بیاض میں چسپاں ہیں:

دکھاتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے!

والد مرحوم کی وفات کے بعد میں دوسری مرتبہ امریکہ آیا اور پھر یہیں کا ہو کر رہ گیا۔۱۹۸۰ء میں اچانک پھر طبیعت میں تحریک ہوئی اور شعر گوئی کا سلسلہ از سرِ نو شروع ہو گیا اور تادمِ تحریر جاری ہے۔ یہ ضرور ہوا کہ ملازمت کے سلسلہ میں بار بار رہائش کی تبدیلی، امریکہ کے ناساز گار ماحول اور ہم مشرب و ہم مذاق حلقۂ احباب کے فقدان نے مدتوں اس شعر گوئی کو "گنڈہ دار" رکھا یعنی اگر کسی سال بہت سی غزلیں ہو گئیں تو کسی سال معدودے چند۔اس سلسلہ میں مزید یہ مشکل رہی کہ کسی صاحب علم و فن استاد سے استفادہ کا موقع دستیاب نہیں ہو سکا۔ ہر فن میں صحیح راہنمائی اور مشورہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ پھر شاعری تو وہ فن لطیف ہے کہ مناسب رہنمائی کی غیر موجودگی میں اس میں کمال حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ بہر کیف اپنی فطری صلاحیت سے کام لے کر اور والد مرحوم کے فیضان صحبت سے اخذ کئے ہوئے اصولوں پر چل کر جو فکر کی ہے وہ آج ان صفحات کی شکل میں دنیائے اردو کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ یہ شاعری اچھی ہے یا بری، بے مقصد ہے یا با مقصد اس کا فیصلہ میرا کام نہیں ہے اور نہ ہی یہ میرا مقام ہے۔ میں صرف اس قدر عرض کر سکتا ہوں کہ یہ شاعری میرے جذبات کی ترجمانی اور میرے خیالات و تصورات کی ایک حد تک عکاسی کرتی ہے۔ میری اپنی ذہنی آسودگی کے لئے صرف یہ امر ہی کافی ہے۔ میرے خیال میں یہ شعر شاعری کی صحیح تعریف کرتا ہے اور اس معیار پر میری شاعری کو پرکھنا شاید غلط نہیں ہوگا:

شاعری کیا ہے؟ دلی جذبات کا اظہار ہے
دل اگر بیکار ہے تو شاعری بیکار ہے (برج نارائن چکبست لکھنوی)

اردو شاعری میں چراغ سے چراغ ہمیشہ جلا ہے اور ہمیشہ جلتا رہے گا۔آج کا ہر شاعر گزرے ہوئے کل کے شعراء سے اور آنے والے کل کا ہر شاعر آج کے شعراء سے شعوری یا غیر شعوری طور پر متاثر ہوتا رہے گا اور استفادہ بھی کرتا رہے گا۔ مجھے اردو شاعری میں کوئی نئی راہ نکالنے کا یا جدت خیال کا دعوہ ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی میری شاعری کسی پیغام کی حامل ہے۔ چنانچہ میری غزلوں میں ماضی کی دلکش پرچھائیوں کا نظر آنا عین ممکن ہے۔البتہ یہ امید ضرور رکھتا ہوں کہ میرے کلام کا رنگ و آہنگ میرا اپنا ہو گا۔ میں نے طرحی غزلیات بھی کہی ہیں اور بعض اوقات کسی شاعر کے کسی شعر سے متاثر ہو کر شعوری طور پر اس مضمون کو اپنے انداز اور رنگ میں باندھنے کی کوشش بھی کی ہے۔ایسی غزلوں میں حتی الامکان میں نے طرحی مصرعوں اور دوسروں سے متاثر ہو کر کہے گئے

اشعار کی نشاندہی ؔ ۔۔۔۔ ؔ سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کہیں ایسا کرنے میں ناکام رہا ہوں تو اس کوتاہی کو سہو، تسامح اور میری یادداشت کی کمزوری پر محمول کرنا چاہئے۔ میری نیت یا کسی شعوری ارادہ کو اس غلطی میں کوئی دخل نہیں ہے۔

آخر میں اپنی اہلیہ قیصرؔ رازی کا دلی شکریہ ادا کرنا میرا انتہائی خوشگوار فریضہ ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ ایک عمر میری شاعری ’’برداشت‘‘ کرتی رہی ہیں بلکہ میری ادبی اور شاعرانہ کوششوں میں قدم بہ قدم میرے ساتھ چلی ہیں اور اپنی محبت اور تعاون سے انہوں نے اس سنگلاخ راہ کا ہر مرحلہ میرے لئے آسان اور خوبصورت بنا دیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی مدد اور محبت کے بغیر میں اس منزل میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا تھا۔

طے کر چکا ہوں راہ محبت کے مرحلے

اس سے زیادہ حاجت شرح و بیاں نہیں (ابوالفاضل راز چاندپوری)

سرورؔ عالم راز سرورؔ

فورٹ ورتھ، ٹیکسس، امریکہ

۲۰ جون ۲۰۰۴ء

﴿ ۱ ﴾

دیکھنا ہے کہ وہاں سامنے کیا آتا ہے
دل تری بزم میں کھینچے تو لئے جاتا ہے

بے رخی ایسی بھلا اپنوں سے کی جاتی ہے؟
صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر آتا ہے

بیکسی گر یہ نہیں ہے تو بتاؤ کیا ہے؟
ساتھ دیتے ہوئے سایہ مرا کتراتا ہے

ہر قدم اشک جنوں، آہ پریشاں ہر گام!
درد کا عشق سے کیسا یہ عجب ناتا ہے

اس طرح ترک تعلق نہ کریں بندہ نواز!
بات رہ جاتی ہے اور وقت گذر جاتا ہے

خوب کٹتی ہے جو مل بیٹھے ہیں دیوانے دو
دل کو سمجھاتا ہوں میں، وہ مجھے سمجھاتا ہے

صبح کو کاوش غم، شام کو امید سحر
سلسلہ غم کا الجھتا ہی چلا جاتا ہے

دن گذرتا ہے تری یاد کا تانا بنتے
شام ہوتی ہے تو شیرازہ بکھر جاتا ہے

ہے وہی یاد، وہی ایک تمنا، لیکن
دل! کہ افسانہ پہ افسانہ کہے جاتا ہے

کیسا مانوس جنوں ہوگیا سرورؔ دیکھو
چین کا اس سے کرو ذکر تو گھبراتا ہے

﴿ ۲ ﴾

ہمیں یاد آئیں اکثر تری دلبری کی باتیں
تری دوستی کی باتیں، تری دشمنی کی باتیں

جو نہ ہوتا پاس الفت بھری انجمن میں ہوتے
تری بے رخی کے قصے مری بیکسی کی باتیں

دل زار کیا ہوا ہے؟ یہ جنوں نہیں تو کیا ہے؟
کبھی آہِ بے سبب ہے کبھی بیخودی کی باتیں

زہے میری بے زبانی کہ جو رشک صد زباں ہے
کبھی گوش دل سے سنئے مری خامشی کی باتیں

یہ ادائے بے نیازی! یہ ادائے بے نیازی!
کرے جیسے اجنبی سے کوئی اجنبی کی باتیں

گہے آرزوئے دل ہیں، گہے آبروئے الفت
یہی دل لگی کی باتیں، یہی دل لگی کی باتیں

تری دلدہی کے صدقہ، تری دوستی کے قرباں
وہی خانہ ساز شکوے، وہی کج روی کی باتیں

نہ ہی فکر عاقبت ہے، نہ ہی کاوش زمانہ
ہمیں راس آ گئی ہیں غم عاشقی کی باتیں

نہ تو ناز و دلربائی، نہ ہی شان کج ادائی
ہمیں بھا گئی ہیں ظالم! تری سادگی کی باتیں

نہ ہی داد بزم سرورؔ، نہ ستائش زمانہ
ترے کام خوب آئیں تری شاعری کی باتیں

بات کیا ہے تری گذر نہ ہوئی / دوستی مجھ سے خاص کر نہ ہوئی

مر گئے انتظار میں بے موت / پھر خلش کوئی عمر بھر نہ ہوئی

آرزو ہے کہ آرزو نہ رہے / چین سے یوں بھی تو بسر نہ ہوئی

ہائے مجبوریاں محبت کی / دل دُکھا اور آنکھ تر نہ ہوئی

دل میں کتنے ملال کتنے غم / کبھی یہ شمع بےشرر نہ ہوئی

دل دیا، جان دی،دیا ایمان / پھر بھی مجھ سے تری گذر نہ ہوئی

ہم ہیں خاموش پاسِ الفت سے / اور گذر اس طرح اگر نہ ہوئی؟

داستاں اپنی مختصر تھی مگر / داستاں پھر بھی مختصر نہ ہوئی

آ بھی جاؤ کہ اک زمانہ سے / زندگی ایسی بےسحر نہ ہوئی

تھی سبھی کی نگاہ سرؔور پر / نہ ہوئی تو تری نظر نہ ہوئی

دل کی دنیا بسا گیا کوئی / ہم کو اپنا بنا گیا کوئی

ایک یاد آئی، ایک یاد گئی / روگ کیسا لگا گیا کوئی

اب جہاں میں ہوں اور کوئی نہیں / سارے پردے اٹھا گیا کوئی

کل ہی کی بات ہے مرے دل میں / اک دیا سا جلا گیا کوئی

دل پہ کیا اختیار ہے اپنا؟ / یاد آنا تھا، آ گیا کوئی!

فکرِ مینا ہے اب، نہ فکرِ جام / آنکھ سے کیا پلا گیا کوئی؟

اپنی صورت بھی اجنبی ہے اب / آئینہ کیا دکھا گیا کوئی!

رنگ گل میں یا جیسے غم دل میں / سانس میں یوں سما گیا کوئی

اور کچھ سوجھتا نہیں ہم کو / راہ سے یوں لگا گیا کوئی

اس قدر اضطراب کیوں سرؔور؟ / کیا تمہیں یاد آ گیا کوئی؟

تیرا گذر ادھر جو برنگ صبا ہوا — آئی بہار یاد کا پتہ ہرا ہوا
ہر سانس آرزوؤں کا اک سلسلہ ہوا — اس طرح قسمتوں کا مری فیصلہ ہوا
تم آئے تھے تو ایک زمانہ تھا میرے ساتھ — تم کیا جدا ہوئے مرا سایہ جدا ہوا
اپنے ہی آنسوؤں پہ ہنسی آ گئی مجھے — کل رات میرے ساتھ عجب ماجرا ہوا
کرتا ہے تیرا سایہء دیوار بھی گریز — مجھ سا نہ دہر میں کوئی بے آسرا ہوا
اچھا کیا جو آپ نے مجھ کو بھلا دیا — تھا زندگی میں اک یہی کانٹا لگا ہوا
جو غم ملے زمانہ سے سارے سوا ملے — اور دل ملا تو وہ تھا غموں سے بھرا ہوا
انجان جان بوجھ کے بن جایئے حضور — رہ جائے کس لئے یہی تسمہ لگا ہوا؟
نبض حیات، شمع امید، آرزوئے وصل — انجام سب کا عاشقی میں ایک سا ہوا
جوش وخروش ہے نہ وہ پہلے سے ولولے — بیٹھے بٹھائے آپ کو سرؔور یہ کیا ہوا؟

صبح کو ہم یوں شام کرتے ہیں — ذکر تیرا مدام کرتے ہیں
تجھ کو کرنا ہے جو اُدھر کر لے — ہم اِدھر اپنا کام کرتے ہیں
جان لینی ہے اک مری لیکن — کس قدر اہتمام کرتے ہیں!
ہم ہیں بس اور کاروبار غم — اب یہی ایک کام کرتے ہیں
کیا شکایت نہیں ہمیں تجھ سے؟ — ہاں! مگر احترام کرتے ہیں
صبح امید شام کو حسرت — اس طرح دل کو رام کرتے ہیں
موت کی آرزو ہے اور ہم ہیں — زندگی کو سلام کرتے ہیں
خود کو ہم خاک میں ملاتے ہیں — یوں بڑا تیرا نام کرتے ہیں
ہم کو اب فکر اور کیا سرؔور؟ — ذکر خیرالانام ﷺ کرتے ہیں

یوں آفتاب شوق شب غم میں ڈھل گیا — جیسے شباب دور سے ہو کر نکل گیا

دل سوز عاشقی سے سر شام جل گیا — تھا زندگی میں ایک ہی کانٹا، نکل گیا

تم آئے تھے تو ایک زمانہ تھا سازگار — تم کیا گئے کہ ایک زمانہ بدل گیا

کیوں ہر سوال میرا سوال غلط ہوا؟ — کیوں ہر جواب تیرا سیاست میں ڈھل گیا

ہم شہر آرزو میں بھٹکتے پھرا کئے — دل تھا ہمارا ایک ہی ناداں، بہل گیا

حالت پہ میری اہل خرد اس قدر ہنسے — جتنا تھا ان کا شوقِ تماشہ نکل گیا

اے دوست آ بھی جا کہ میں تصدیق کر سکوں — سب کہہ رہے ہیں موسم ہجراں بدل گیا

اکثر میں سوچتا ہوں مگر جانتا نہیں — گزری تمام عمر کہ بس ایک پل گیا

سرور ترے خلوص ومحبت کا کیا کریں — سکہ ہی اک نیا سر بازار چل گیا!

دل نے کسی کی ایک نہ مانی! — اف ری محبت، ہائے جوانی!

خود ہی کرنا، خود ہی بھرنا — عشق میں ہے کتنی آسانی!

کھول نہ دے سب راز تمھارے — آئینہ کی یہ حیرانی!

آج چلی پھر کیا پُروائی؟ — دل میں ہُوک اٹھی انجانی

ان کے بدلے بدلے تیور! — ڈھنگ نیا ہے، ریت پرانی!

کون کسی کا غم کھاتا ہے — چھوڑو یہ پریوں کی کہانی

دل کے بدلے درد لیا ہے — آپ اسے کہہ لیں نادانی!

عشق کی منزل؟ اللہ! اللہ! — دریا دریا! پانی پانی!

پاس وفا ہے ورنہ ہم بھی — کہتے سب سے رام کہانی

جیسی کرنی ویسی بھرنی — اور کرو سرور من مانی!

رسوا رسوا سارے زمانے   تیرے قصے میرے فسانے

کوئی ہمارا درد نہ جانے   کوئی ہماری بات نہ مانے

دل ہے، میں ہوں، بسری باتیں   مل بیٹھے ہیں دو دیوانے

جیسے کوئی بات نہیں ہے   یوں بیٹھے ہو تم انجانے

عشق سے پہلے سوچا ہوتا   اب کیا بیٹھے ہو پچھتانے؟

دکھ کے موتی چنتا ہوں میں   قطرہ قطرہ دانے دانے

آنکھ سے اوجھل، دل سے اوجھل   اپنے بھی ہیں اب بیگانے

دنیا آنی جانی لیکن   ہم سب دنیا کے دیوانے

منھ سے نکلی بات پرائی   اب آئے ہو بات بنانے!

سرورؔ کچھ تو ہوش کی لو تم   لے بیٹھے کیا راگ پرانے!

بتا یہ جذبۂ بے اختیار کیا ہوگا؟   اگر وہ ہم سے ہوا شرمسار کیا ہوگا؟

مری وفاؤں کو سنگِ مزار کیا ہوگا؟   بہار جا چکی، ذکرِ بہار کیا ہوگا؟

برا ہو تیرا، دلِ بیقرار! کیا ہوگا؟   رہا نہ خود پہ ہمیں اختیار، کیا ہوگا؟

نہ جانے کتنی بہاریں گذر چکیں اس پر   جنوں کا فیصلہ اب کی بہار کیا ہوگا؟

یہ چشمِ نم، یہ خموشی، یہ آہِ نیم شبی!   زیادہ اس سے بھلا ذکرِ یار کیا ہوگا؟

اگر ہے صبر طلب صبحِ آرزو اتنی   میں ڈر رہا ہوں، شبِ انتظار کیا ہوگا؟

تمھارا پاسِ گریباں تو ہم نے دیکھ لیا   مآلِ پیرہن تار تار کیا ہوگا؟

رکھا نہ دین کا الفت نے اور نہ دنیا کا   کوئی بھی مجھ سا غریب الدیار کیا ہوگا؟

اِدھر کشاکشِ الفت، اُدھر غمِ دنیا   دلِ غریب کا انجام کار کیا ہوگا؟

کسی کو غم نہیں سرورؔ ترا زمانہ میں   اب اس سے بڑھ کے بھلا کوئی خوار کیا ہوگا

شبِ غم آرزوؤں کی فراوانی نہیں جاتی / دل شوریدہ خو کی خون افشانی نہیں جاتی
نہ روئے عشق کے انجام پر کوئی زمانہ میں / کہ اس منزل میں عقل و ہوش کی مانی نہیں جاتی
جہاں بھی دیکھئے غم اور تمناؤں کی یورش ہے / خدایا! کیوں متاعِ غم کی ارزانی نہیں جاتی؟
تکلف برطرف کچھ تو سبب ہے ماجرا کیا ہے / ہماری ہی تری محفل مین کیوں مانی نہیں جاتی؟
کئے جاتا ہوں سجدے آستانِ عشق پر ہردم / بھلا ہو دل کا میری خوئے ایمانی نہیں جاتی
ہمیں ہستی کی اس جادوگری نے مار رکھا ہے / پریشانی جو جاتی ہے تو حیرانی نہیں جاتی
تعجب سے نگاہِ لطف کا منھ تک رہا ہے دل / نئے اس روپ میں ظالم یہ پہچانی نہیں جاتی
اٹھا کرتی ہے قلبِ ناتواں میں ہوک جو اکثر / وہ پہچانی تو جاتی ہے مگر جانی نہیں جاتی
ہوا ہے رنج و غم سے تنگ تیرا قافیہ سرور / تعجب ہے کہ پھر بھی یہ غزل خوانی نہیں جاتی

عمر بھر رویا کئے ناکامیاں دیکھا کئے / کیسی کیسی عشق میں رسوائیاں دیکھا کئے
اپنی مجبوری، تری رعنائیاں دیکھا کئے / ہم زمیں والے فراز آسماں دیکھا کئے
ایک دنیا منتظر تھی انقلاب دہر کی / ایک ہم ہی تھے تری انگڑائیاں دیکھا کئے
اشک غم ٹپکا کئے بیچارگی سے اور ہم / دامن امید کی نیرنگیاں دیکھا کئے
یہ نہیں دیکھا کسی نے رنج و غم ہے کس لئے / اہل دنیا صرف انداز فغاں دیکھا کئے
لوگ حالت کو ہماری دیکھ کر ہنستے رہے / اور ہم تیری طرف اے جان جاں دیکھا کئے
معجزہ ہے یہ کہ ہے دیوانگی ہم کیا کہیں؟ / وہ نظر آئے وہیں پر ہم جہاں دیکھا کئے
کوئی دن جاتا ہے محفل میں بکھر جاؤں گا میں / آپ گر میری طرف یوں ہی وہاں دیکھا کئے
دیکھنے کی چیز ہیں اہل خرد کی کاوشیں / عشق میں یہ خوش گماں سود و زیاں دیکھا کئے
شعر میں سرور کے حال درد دل تھا اور لوگ / بندشیں پرکھا کئے طرز بیاں دیکھا کئے

نا آشنا کرے نہ کوئی آشنا کرے — ایسا ستم کسی پہ کوئی کیوں بھلا کرے؟

کھل تو گیا ہے اس پہ مرے دل کا ماجرا — عمر عزیز دیکھئے کب تک وفا کرے!

میں باخبر ہوں مصلحت وقت سے مگر — دل ہی نہ بس میں ہو تو بھلا کوئی کیا کرے

بے نام آرزوؤں میں بے موت مر گئے — ایسا کسی کا وقت نہ بگڑے خدا کرے

دنیا سے راہ و رسم وفا اٹھ گئی تو کیا — دنیا سے راہ و رسم ہماری بلا کرے

اب رنج نامرادی، دل ناصبور کیا؟ — دانستہ کیوں کوئی بھلا ایسی خطا کرے؟

میری جفاکشی! کہ وفاؤں پہ ناز ہے — تیری وفانوازی! کہ پھر بھی جفا کرے

سرورؔ میں جی رہا ہوں اسی اک امید پر — شاید اسے بھی عشق جنوں آشنا کرے

ہمیں زمانہ ہوا آپ سے وفا کرتے — اگر نہ ہوتی یہ عادت تو جانے کیا کرتے

جو ہوتی وجہ شکایت تو برملا کرتے — کئے کا اپنے بھلا کس سے ہم گلہ کرتے؟

خطا معاف! محبت نہیں خطا کوئی — ہمیں زمانہ ہوا اک یہی خطا کرتے

رہ طلب میں ملا جو بھی آشنا نکلا — بتاؤ کون سے رہزن کو آشنا کرتے؟

نہیں ہے فرق محبت میں اور عبادت میں — نہ ہوتی یاد تری تو خدا خدا کرتے!

خدا کے واسطے سمجھو ہماری مجبوری — تمہیں نہ دیتے اگر دل تو اور کیا کرتے؟

نہ شام وہ نہ سحر وہ ہے اور نہ وہ شب ہے — پھر اور کیسے بھلا قرض غم ادا کرتے؟

نہ آپ آئے شب غم تو کچھ برا نہ ہوا — جو آتے یاد نہ ہم کو تو ہاں برا کرتے

چمن میں صحبت گل ہی تو ایک چیز نہیں — کبھی تو خار بھی چھونے کا حوصلہ کرتے

بھروسہ کیسا سیاست میں عشق کی سرورؔ؟ — نہ کرتے تم سے جو دشمن وہ آشنا کرتے

صبح سے ہو گئی ہے یارب شام　　کوئی نامہ ہے اور نہ کوئی پیام
مرحبا! زندگی کے یہ انعام　　راہ پرخار، منزلیں بے نام
جو بھی کہنا ہو صاف کہہ دیجے　　مجھ کو ہوتا ہے کیا کوئی الہام؟
زندگی کا فریب کیا کھائیں؟　　زندگی کا خمیر ہیں اوہام
ہائے! مجبوریاں محبت کی　　کر گئیں دل کا سارا کام تمام
ہم ہیں آسودہء جفا ورنہ　　نہیں ان کی وفا میں کوئی کلام
ڈھونڈتا ہوں بہانہ مرنے کا　　زندگی ہوگئی ہے اک الزام
راس کیا آئیں راحتیں اس کو　　دل سدا کا ہے خوگر آلام
جس میں جور و جفا کا رنگ نہیں　　ایسے لطف و کرم کو میر اسلام
ہوش کب آئے گا تجھے سرورؔ؟　　اب تو دنیا میں ہوگیا بدنام

ان کو ہم یاد کیا کرتے ہیں　　روز مر مر کے جیا کرتے ہیں
آپ کا نام لیا کرتے ہیں　　اس طرح یاد خدا کرتے ہیں
یہ جو ان سے ہے امیدوفا　　مہرباں! آپ یہ کیا کرتے ہیں؟
آپ کیا کہتے ہیں میرے حق میں؟　　سب تو دیوانہ کہا کرتے ہیں
دل لگی تو نہیں یہ دل کی لگی　　لوگ کیوں اس کا گلہ کرتے ہیں؟
عشق کے نام پہ مرنے والے　　روز بےموت مرا کرتے ہیں
نیک نامی ہو اسی میں شاید　　یوں وہ بدنام کیا کرتے ہیں
یہ تو عادت ہے پرانی ان کی　　جان کر کب وہ جفا کرتے ہیں؟
ان کو آئینہ دکھا کر سرورؔ　　قبلہ کو قبلہ نما کرتے ہیں

جو چشم کرم ہے وہ زمانے کے لئے ہے | اور یہ دل مظلوم ستانے کے لئے ہے

یہ ذکر وفا شوق بڑھانے کے لئے ہے | اور شوق جفا جان سے جانے کے لئے ہے

کیا آنکھ تری نم مری حالت پہ ہوئی ہے؟ | یا یہ بھی اک انداز ستانے کے لئے ہے؟

اے سادہ دلی! ہوش کی لے آنکھ ذرا کھول | وعدہ بھلا کیا ان کا نبھانے کے لئے ہے؟

اللہ بچائے یہ محبت، یہ سیاست! | جو بات ہے وہ بات بنانے کے لئے ہے

مجبور محبت کو نہ مجبور کریں اور | کیا دل بھی کوئی چیز دکھانے کے لئے ہے

گہہ اشک شب غم، گہے آہ شب ہجراں | عنواں یہی بس میرے فسانے کے لئے ہے

ہر صبح غم شام میں مرنا مری تقدیر | ہر شام لگی دل کی بڑھانے کے لئے ہے

یہ ناز یہ انداز یہ شوخی یہ تبسم | دنیا کا ستم آج ہی ڈھانے کے لئے ہے؟

سرور ہے تری یاد میں جلنے کو شب و روز | یا شام و سحر ناز اٹھانے کے لئے ہے!

غم دنیا جو نہ ہوگا غم جاناں ہوگا | گھر اجڑنے کا مرے کوئی تو ساماں ہوگا

پاس غم پاس وفا پاس جنوں پاس حبیب | اور تم عشق کو کہتے تھے کہ آساں ہوگا

اک ذرا شورش اندوہ وفا سے چھوٹوں | فیصلہ پھر ترا اے گردش دوراں! ہوگا

اے جنوں لے تو چلا ہے سوئے گلشن ہم کو | اور اگر کل یہی گلشن بھی بیاباں ہوگا؟

موت کا غم ہے اگر آج تو کل فکر حیات | گردش وقت کا یہ بھی کوئی احساں ہوگا

ایک مدت ہوئی افسردہ ہے رفتار حیات | کون جانے کوئی کب حشر بداماں ہوگا

راس آئے ہمیں بربادئ ہستی شاید | رنج و غم ہوگا نہ اندیشۂ دوراں ہوگا

چشم غم شمع بنی تیرے سیہ خانہ کی | یاد اتنا تو تجھے اے شب ہجراں ہوگا؟

جی رہا ہوں اسی امید پہ شاید ہمدم | درد دل ہی مرے اندوہ کا درماں ہوگا

جان سرور نے غم عشق میں ہاری آخر | کیا خبر تھی کہ یہ کافر بھی مسلماں ہوگا

دل مجبور کی آہ و فغاں سے کچھ نہیں ہوتا — زمیں خاموش ہے اور آسماں سے کچھ نہیں ہوتا
وہ اک لمحہ جو تیری یاد میں گذرے غنیمت ہے — وگرنہ صرف عمر جاوداں سے کچھ نہیں ہوتا
گذرنا ہے اگر جاں سے گذر جائے دلِ مضطر — محبت میں فقط نام و نشاں سے کچھ نہیں ہوتا
کرے تو کیا کرے دل ایک ہے نادان بیچارہ — یہاں سے کچھ نہیں ہوتا وہاں سے کچھ نہیں ہوتا
کوئی پتہ ہلے، جھونکا چلے، بوئے بہار آئے — قفس میں صرف ذکرِ گلستاں سے کچھ نہیں ہوتا
سکونِ دل کی قیمت اشکِ خوں سے ہو ادا شاید — جہاں میں ہوں وہاں سوزِ نہاں سے کچھ نہیں ہوتا
الٰہی کون سی منزل میں آتا ہے سکوں دل کو — یقیں سے کچھ نہیں ہوتا گماں سے کچھ نہیں ہوتا
اگر انجامِ غم کا صرف مرگِ ناگہانی ہے — تو پھر کیوں آپ جیسے مہرباں سے کچھ نہیں ہوتا
زمینِ شعر سرورؔ کے لئے ہے اس قدر مشکل — بصد کوشش بھی اس رنگیں بیاں سے کچھ نہیں ہوتا

گفتگو سے نہ ہی صورت سے عیاں ہوتا ہے — رازِ سرورؔ کا غزل ہی میں بیاں ہوتا ہے
راہ میں جب بھی کوئی سنگ گراں ہوتا ہے — شوقِ آوارۂ فرہاد جواں ہوتا ہے
ان سے مجبورئ الفت کا گلہ کر نہ سکے — اتنا مجبور کوئی اور کہاں ہوتا ہے؟
جو ترے ساتھ کٹے وقت وہی حاصلِ زیست — جو ترے ساتھ نہ گذرے وہ گراں ہوتا ہے
لوگ تو بات کا افسانہ بنا دیتے ہیں — غم ذرا سا بھی جو باتوں سے عیاں ہوتا ہے
کم نہیں اپنی جگہ آفتِ روزِ محشر — دل کے جانے کا مگر اور سماں ہوتا ہے
ہر طرف بکھرے ہیں ٹوٹے ہوئے آئینۂ دل — ان کا آنا صفتِ شیشہ گراں ہوتا ہے
کیا کہیں طرزِ سخن فہمئ اہلِ دنیا — ان کو ہر اشکِ ستم آہ و فغاں ہوتا ہے
اہلِ دل طالبِ دنیا ہوں یہ ممکن ہی نہیں — جو بھی کرتے ہیں وہ بے نام و نشاں ہوتا ہے
سوزِ الفت ہے نہ غم ہائے زمانہ سرورؔ — ایسے جینے پہ تو مرنے کا گماں ہوتا ہے

نہ غم ہے اور نہ ہی کوئی خوشی ہے ۔۔۔ عجب اے دوست! یہ بے چارگی ہے
بس اک رسوائی دنیا بری ہے ۔۔۔ وگرنہ کیا بری یہ عاشقی ہے؟
وفاؤں کا صلہ اب خامشی ہے ۔۔۔ جفا کیا مائلِ شائستگی ہے؟
رہینِ عشق میرا غم نہیں ہے ۔۔۔ طبیعت ہی مجھے ایسی ملی ہے
جسے کوئی نہ غم ہو دوسروں کا ۔۔۔ بتاؤ! وہ بھی کوئی آدمی ہے؟
تمھیں شاید نہیں ہے علم اس کا ۔۔۔ ہمیں تم سے محبت ہوگئی ہے
خدارا! اک نگاہ آشنائی! ۔۔۔ تمنا ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے
تغافل! بے رخی! بے اعتباری! ۔۔۔ لگی یہ دل کی ہے یا دل لگی ہے؟
اگر اچھا کہو اچھی ہے دنیا! ۔۔۔ اگر سمجھو بری تو یہ بری ہے
تجھے سرورؔ! ملی جو نامرادی ۔۔۔ محبت میں تری کوئی کمی ہے!

آہ دشوارئ و سوہان سفر کیا کہیے ۔۔۔ کٹ گئے راہ میں جتنے تھے شجر کیا کہیے
صبر اچھا سہی اے دوست! مگر کیا کہیے؟ ۔۔۔ خود بخود آنکھ ہوئی جاتی ہے تر کیا کہیے
صبح دم روئے ادھر شام ادھر کیا کہیے ۔۔۔ زندگی اپنی ہوئی ایسی بسر کیا کہیے!
بات شاید نہیں کہنے کی مگر کیا کہیے ۔۔۔ بھولنے پر بھی وہ یاد آئے اگر کیا کہیے؟
ایک مشکل ہو تو میں ذکر کروں مشکل کا ۔۔۔ زخمِ دل! زخمِ الم! زخمِ جگر! کیا کہیے
وقت نے نقشِ قدم بھی تو نہیں رہنے دئے ۔۔۔ کیا کہیں کون سنے جائیں کدھر کیا کہیے؟
حاصلِ عمر ہی معلوم نہ منزل معلوم ۔۔۔ زندگی کیا ہے؟ فقط راہ گذر! کیا کہیے
زندگی ہے تو خزاں کے بھی گذر جائیں گے دن ۔۔۔ کٹ ہی جائے گا کسی طرح سفر کیا کہیے
وہ محبت کی کلی دل میں جو سربستہ تھی ۔۔۔ بن گئی دیکھیے آخر کو شرر کیا کہیے
جو بھی سرورؔ! تجھے کہنا ہے بتا دے اک بار ۔۔۔ شکوۂ جور بہ اندازِ دگر کیا کہیے؟

انجمن میں تری کچھ او ربھلا کیا ہوگا؟
خون دل ہوگا وہاں خون تمنا ہوگا

عشق میں جان گئی دل گیا ایمان گیا
قہر کیا اب کوئی اس سے سوا برپا ہوگا؟

امتحان دل برباد کی حد ہے کوئی؟
اس طرح کون غریبوں کو ستاتا ہوگا؟

عمر بھر صبر کیا جبر کی صورت ہم نے
دامن صبر جو چھوٹا تو بتا کیا ہوگا؟

اپنی تقدیر سے ایسے بھی نہیں ہم مایوس
غم جاناں جو نہ ہوگا غم دنیا ہوگا

بات کب تک یہ سنی جائے گی تیری میری
دل کا جو حال ہے تو نے بھی تو دیکھا ہوگا؟

بھولنا مجھ کو ترا یوں تو بجا ہے لیکن
بھول کر یاد اگر آیا تو پھر کیا ہوگا؟

دوست مجھ سے جو ہیں نالاں تو ہیں دشمن برہم
جیسا بے فیض ہوں میں کیا کوئی صحرا ہوگا

ہم وہاں جب نہیں پھر ذکر تری محفل میں
کیا غرض ہم کو اگر ہوتا ہے، ہوتا ہوگا!

کیا بتائیں کہ کہاں لٹ گیا سرور یارو!
نام کیا لیں، کوئی اللہ کا بندہ ہوگا!

آپ آئیں شب غم اتنا بھی احساں کیوں ہو؟
زندگی سخت کٹی موت بھی آساں کیوں ہو؟

کس لئے شکوۂ غم، شکوۂ ہجراں کیوں ہو؟
کوئی خود اپنے کئے پر یوں پشیماں کیوں ہو

میں ہوں پروردۂ آشوب زمانہ اے دوست
مجھ کو فکر وغم انجام گلستاں کیوں ہو؟

منزل عشق میں پہلا ہی قدم ہے شاید
ورنہ آداب محبت سے گریزاں کیوں ہو؟

یہ کہو! جاتی بہاروں نے جنہیں لوٹ لیا
اب انہیں پاس تقاضائے بہاراں کیوں ہو

نام گر ترک تعلق ہے اسی کا اے دوست
یہ بتاؤ کہ مری زیست کا عنواں کیوں ہو؟

کیا تماشہ ہے! محبت کے امیں پوچھتے ہیں
واقعہ کیا ہو،ایوں آج پریشاں کیوں ہو؟

تو نے کب ہم کو زمانہ میں کہیں کا رکھا
پاس تیرا ہمیں اے گردش دوراں کیوں ہو؟

ہائے! کس سادگیء دل سے وہ یہ پوچھتے ہیں
یہ تو ظاہر ہے پریشاں ہو مگر ہاں کیوں ہو؟

زندگی ہے تو گذر جائیں گے سرور یہ دن
اس قدر تنگیٔ حالت سے پریشاں کیوں ہو

نہ کسی نے دل ہی دیکھا نہ کسی نے غم ہی جانا — کوئی کہہ رہا ہے شاعر کوئی سمجھے ہے دوانہ
یہ ہجوم نامرادی! مرے دل کا ٹوٹ جانا — مجھے راس آ گئی کیا رہ و رسم عاشقانہ؟
دلِ نامراد تیرا، ہے کہاں بتا ٹھکانا؟ — کبھی اس گلی سے آنا کبھی اس گلی میں جانا
یہی انتہائے غم ہے یہی زندگی کا حاصل — گرا جس جگہ جو آنسو وہیں بن گیا فسانہ
مرے اشکِ غم نہ دیکھو مرے اشکِ غم سلامت — یہی جامِ صبح گاہی یہی ساغرِ شبانہ
تو کٹے گی آج کیسے؟ مجھے آ سنا شبِ غم! — کوئی المیہ کہانی، کوئی دکھ بھرا فسانہ
جو ملے ذرا سی فرصت تو غمِ جہاں سے پوچھوں — تجھے ہاتھ آئے کیسے رہ و رنگ کافرانہ؟
تب و تابِ عاشقی ہی تب و تابِ زندگی ہے — کہ بقدرِ ظرفِ دل ہی ملے سب کو یہ خزانہ
مری بے زبانیوں نے مجھے وہ دیا ہے سرؔور — نہ گلہ ہے دوستوں سے، نہ شکایتِ زمانہ!

بے کیف جوانی ہے بے درد زمانہ ہے — ناکام محبت کا اتنا ہی فسانہ ہے
ساون کا مہینہ ہے موسم بھی سہانا ہے — آجاؤ جو آنا ہے! آجاؤ جو آنا ہے!
اے کاش کوئی کہہ دے اس چشمِ فسوں گر سے — نظروں کا چرانا ہی نظروں کا ملانا ہے
آغازِ محبت سے انجامِ محبت تک — "اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے"
کہنے کو تو کہہ دوں میں افسانۂ غم اپنا — لیکن کبھی دنیا نے کہنا مرا مانا ہے؟
مجبورِ محبت ہوں، آئینۂ حیرت ہوں — کچھ میں بھی دوانہ ہوں، کچھ دل بھی دوانہ ہے
ہر درد میں جاری میں، ہر آہ میں ساری میں — دنیا کی کہانی ہے یا میرا فسانہ ہے؟
مہجورئ الفت میں اب حال یہ میرا ہے — مرنے کی تمنا ہی جینے کا بہانہ ہے
اے دل! ترے قصہ میں ہو درد تو کیسے ہو — نے جذبِ سحر گاہی، نے سوزِ شبانہ ہے
بیگانۂ ہستی ہے، محرومِ محبت ہے — کیا کیجئے سرؔور کا؟ سرور تو دوانہ ہے!

کشاکشِ غمِ ہستی ستائے کیا کہئے ۔۔۔ پھر اس پہ سوزِ دروں دل جلائے کیا کہئے

خلوصِ لطف کو ڈھونڈا کئے زمانہ میں ۔۔۔ چلے جہاں سے وہیں لوٹ آئے کیا کہئے

وہ پاس رہ کے رہے دور اک کرشمہ ہے ۔۔۔ وہ دور رہ کے مگر پاس آئے کیا کہئے

سنبھل سنبھل کے چلے سوئے دیر گو میکش ۔۔۔ قدم کچھ ایسے مگر لڑکھڑائے کیا کہئے

کوئی حریفِ غمِ زندگی نہیں دیکھا ۔۔۔ حریف یوں تو بہت آزمائے کیا کہئے

یوں آفتاب چھپا شامِ غم کی چادر میں ۔۔۔ کہ جیسے نبض کوئی ڈوب جائے کیا کہئے

ہمیں یہ ضد کہ سوالِ طلب نہیں کرتے ۔۔۔ انہیں یہ ضد کہ یہ خالی ہی جائے کیا کہئے

لرز رہا ہے گہرِ تابِ دل سرِ مژگاں ۔۔۔ ستارۂ سحری جھلملائے کیا کہئے

حکایتِ حرم و دیر خوب ہے سرورؔ ۔۔۔ مگر یہ شام و سحر ہائے! ہائے! کیا کہئے؟

دشمنِ جان و جگر غارت گرِ ایمان ہے ۔۔۔ عشق کو کیا پوچھتے ہو اک بلائے جان ہے

شام ہی سے بجھ چلا ہے پھر چراغِ آرزو ۔۔۔ اے دلِ برباد! تیری کیا یہی پہچان ہے؟

عشق کو گر سہل کہتی ہے، کہے دنیا مگر ۔۔۔ کر کے دیکھے تو سہی کہنا بڑا آسان ہے

بات ہے ساری کی ساری اپنے اپنے وقت کی ۔۔۔ عشق کی کیا بے بسی اور حسن کی کیا شان ہے

دیکھئے طرزِ جفا حسنِ غلط انداز کی ۔۔۔ جانتا ہے پھر بھی لیکن جان کر انجان ہے

اس قدر بہتر نہیں مرنے سے یہ جینا مرا ۔۔۔ زندگی کا نام بھی دینا اسے بہتان ہے

قصۂ غم، عرضِ دلسوزی، بیانِ آرزو! ۔۔۔ زندگانی کا مری گر ہے تو یہ عنوان ہے

وقت بدلا، رنگ بدلا، روز و شب بدلے، مگر ۔۔۔ میں وہی ہوں اور وہی غم کا مرے سامان ہے

جانے کیا کیا کہہ رہا ہے سرورؔ دیوانہ دل ۔۔۔ درگزر کر دیجئے آخر کو وہ انسان ہے!

گلہ کرے نہ کبھی، اشک غم سے کام نہ لے
وہ دل میں لاؤں کہاں سے جو تیرا نام نہ لے

کبھی سلام نہ لے اور کبھی پیام نہ لے
یہ انتقام عجب ہے، یہ انتقام نہ لے!

متاعِ جاں ہیں غمِ آرزو کے جو لمحے
دلِ غریب سے اے عمرِ تیز گام نہ لے

بہت ہے ناز تجھے اپنی بے نیازی پر
جو ہو سکے تو نگاہوں کا بھی پیام نہ لے

نظر ملانا بھی کیا منع ہے شریعت میں؟
نہ لے خلوص و محبت کا تو سلام نہ لے

ہمیں گراں نہیں افسانہ کفر و ایماں کا
مگر وہ ذکرِ غمِ یار کا مقام نہ لے

ہو جس کی شام و سحر تیرے نام سے منسوب
وہ نام تیرا بھلا کیسے صبح و شام نہ لے

جفا تو دیدہ و دانستہ خوب ہے مجھ پر
مگر غضب! وہ مرا بھول کر بھی نام نہ لے!

رہے نہ حسنِ فسوں ساز کا بھرم ہرگز
نیازِ عشق اگر عاجزی سے کام نہ لے

پرانے رنگ کی سرورؔ یہ شاعری کب تک؟
نکال راہ نئی اپنی، راہ عام نہ لے !

نہ چین آتا ہے دن کو نہ شام آتا ہے
تمہارا ذکر زباں پر مدام آتا ہے

دعا کو ہاتھ اٹھے ہیں زباں نہیں ہلتی
نماز عشق میں یہ بھی مقام آتا ہے

خدا کا خوف کرو! عشق میں یہ کیا کم ہے
خدا کے بعد تمھارا ہی نام آتا ہے

عجب یہ کیسا ہے دستورِ انجمن یارو؟
جب آتا ہے یہاں خالی ہی جام آتا ہے

فسادِ عشق میں اک میں ہی کچھ نہیں بدنام
ترا بھی نام سرِ راہ عام آتا ہے

نہ دوستی کی ہی صورت نہ دشمنی کا رنگ
عجیب طور سے ان کا سلام آتا ہے

بس ایک غم ہی مری زندگی کا ساتھی ہے
کوئی کسی کے کہاں ورنہ کام آتا ہے؟

سنبھل اے دل صلہ اشکِ غم یہی تو ہے
کسی نظر کا خموش اک پیام آتا ہے

نگاہِ لطف ادھر ایک، بھول کر ہی سہی
سنا ہے یہ کہ تمھیں یہ بھی کام آتا ہے

نہ دل گرفتہ غمِ مستقل سے ہو سرورؔ
سنا ہے یہ بھی محبت میں کام آتا ہے

میرا جانا نہ ہوا آپ کا آنا نہ ہوا
بات اتنی تھی مگر اس پہ یہ افسانہ ہوا

جان دینے میں مجھے عذر نہیں ہے لیکن
ہاں اگر پھر بھی مرے غم کا مداوا نہ ہوا؟

گر گیا ہو گا لہو آنکھ سے انجانے میں
ورنہ کب ہم کو ترا دردگوارا نہ ہوا؟

زخمِ دل، خونِ جگر، زخمِ الم، خونِ امید
دامن اپنا کبھی شرمندۂ گریہ نہ ہوا

تھی خبر چار طرف تیری مسیحائی کی
کیوں ترا غم مرے حق میں ہی مسیحا نہ ہوا؟

عشق میں روز نیا رنج ہو ایسا تو ہوا
اور مشکل کوئی حل ہو کبھی ایسا نہ ہوا

لٹ گئے جان و جگر، صبر و سکون و ایماں
تو بتا تیری علمداری میں کیا کیا نہ ہوا؟

تیرا بننے کی کشاکش میں ہوئی شام حیات
غم تو یہ ہے کہ اسی غم میں خود اپنا نہ ہوا

سرورؔ سوختہ ساماں کی شکایت کیسی ؟
اس کو کب ہوش ہے؟ دیوانہ تو دیوانہ ہوا

قصۂ غم سنا کے دیکھ لیا
جان اپنی جلا کے دیکھ لیا

خاک میں مل ملا کے دیکھ لیا
آپ سے دل لگا کے دیکھ لیا

دل پہ جو اختیار تھا نہ رہا
خوب سمجھا بجھا کے دیکھ لیا

دل کا کیا ہے رہا رہا نہ رہا
ہاں تجھے آزما کے دیکھ لیا

ہو سکے ہم نہ پھر بھی خود اپنے
خود کو تیرا بنا کے دیکھ لیا

ایک باقی ہے جان سے جانا
اور سب کچھ لٹا کے دیکھ لیا

کھل گئے راز ہائے بزمِ غزل
شعر اپنے سنا کے دیکھ لیا

اتنی آساں نہیں وفا کیشی
دل بتوں سے لگا کے دیکھ لیا

جی رہے ہو امید پر سرورؔ
عشق کی چوٹ کھا کے دیکھ لیا؟

فکر زمیں نہیں ہے غم آسماں نہیں　　میں اس جگہ ہوں اپنی خبر بھی جہاں نہیں

کیا کیا نہیں ہیں مجھ پہ اسے بدگمانیاں　　اور مجھ کو اس کے عشق پہ کیا کیا گماں نہیں

میں اور تیری بندہ نوازی سے سرگراں؟　　او بدگماں! نہیں، ارے او بدگماں! نہیں

تھی مرگِ ناگہاں سے امید آج تک مگر　　بجلی وہاں گری ہے جہاں آشیاں نہیں

آنسو وہی ہیں آہ وہی اور غم وہی　　کہتا ہے کون کہ یہ مری داستاں نہیں

یوں ہو چلا ہوں محرمِ اسرارِ زندگی　　اب دل کو کوئی کاوشِ سود و زیاں نہیں

کیا کیا فسانے کہہ گئی شامِ غمِ فراق　　مایوسِ عشق پھر بھی دلِ ناتواں نہیں

کھو کر حواس و ہوش مجھے کچھ نہیں ملا　　اور ہوش کی جو پوچھو وہاں بھی اماں نہیں

لکھی ہے خوں سے ہر صفحۂ زندگی پہ یوں　　مرہونِ صد بیان مری داستاں نہیں

سرورؔ اٹھو کہ بزمِ محبت ہے اجنبی　　اپنا مزاج آشنا کوئی یہاں نہیں

صبح بھی چین نہیں شام بھی آرام نہیں　　کیا محبت کے سوا دل کو کوئی کام نہیں؟

کوئی دن جاتا ہے آجائے گا اس دل کو سکوں　　تو گرفتارِ وفا خوگرِ آلام نہیں

لوگ تو بات کا افسانہ بنا دیتے ہیں　　ورنہ کیا مجھ کو غمِ عشق میں آرام نہیں؟

اک نگاہِ غلط انداز کا مارا ہوں میں　　میری وارفتگی پابندِ مے و جام نہیں

مجھ کو انجامِ محبت سے ڈرانے والو　　اس میں آغاز ہی آغاز ہے انجام نہیں

جمع جو خود کو کیا کرتے ہو ذرہ ذرہ　　تم کو لوگو! غم و اندیشۂ انجام نہیں؟

سجدۂ عشق کو جو کفر سمجھ بیٹھے ہیں　　وہ یقیناً ابھی شرمندۂ اسلام نہیں

اس سیاست پہ تری سو دل و جاں سے قرباں　　درد وہ مجھ کو دیا جس کا کوئی نام نہیں

وقت آخر یہی احساس مجھے کافی ہے　　کام اچھے نہ سہی نام تو بدنام نہیں

میں ہوں سرورؔ غمِ انساں کا ہی ہلکا سایہ　　کچھ پتہ میرا نہیں، کوئی مرا نام نہیں

نہ بن سکا میں تمھارا نہ ہی زمانہ کا ہوا تو یہ ہوا انجام دل لگانے کا

نظر ملانے پہ دھوکا نظر چرانے کا عجب ہے یہ ترا انداز آزمانے کا

حریم ناز سے شاید وہ آ گیا باہر کوئی سبب تو ہے یارو بہار آنے کا

غلط نہ سمجھے مرے اشک شکر کو دنیا ملال؟ وہ بھی محبت میں ہار جانے کا؟

کشاں کشاں لئے جاتا ہے دل اسی در پر زمانہ آ گیا کیا پھر فریب کھانے کا؟

نہ ضبط غم کا ہے یارا نہ فرصت گریہ یہی ہے دوستو عنواں مرے فسانے کا

نہ اس طرح سے ہے خوش اور نہ اس طرح شاداں ٹھکانہ ہے ترا اے دل کہیں ٹھکانے کا؟

نہ آنکھ نم ہو نہ آئے زبان پر شکوہ سلیقہ چاہئے الفت میں دل جلانے کا

نظر وہ کیا پھری دنیا بدل گئی میری مزا نہ پینے کا باقی نہ ہی پلانے کا

سنا ہے بہہ گیا سیل جنوں میں گھر سرورؔ نصیب کھل گیا تیرے غریب خانہ کا

آرزو چیز ہے کیا اور تمنا کیا ہے؟ بزم تخئیل میں سایوں کا تماشہ کیا ہے؟

روز و شب خواہش ناکام میں مرتا کیا ہے ایسے جینے میں مرے دل بھلا رکھا کیا ہے

خرمن جاں کو جلے دیر ہوئی، دیر ہوئی اب بھی اس ڈھیر سے لیکن دھواں اٹھتا کیا ہے

لوگ کہتے ہیں بجز وہم و گماں کچھ بھی نہیں درد پھر دل میں یہ آخر مرے ہوتا کیا ہے

جان دینے میں مجھے عذر نہیں ہے لیکن یہ بتاؤ کہ مرے غم کا مداوا کیا ہے؟

ہم وفا کیش زمانہ سے گذر تو کر لیں مصلحت کوش زمانہ کا بھروسہ کیا ہے؟

روز و شب، شام و سحر ایک ہی غم ایک ہی یاد شوق ناکام نے کیا جانئے سوچا کیا ہے؟

پرسش حال جو کرتے ہیں تو دل ڈرتا ہے بات کیا جانے ہے کیا، ان کا ٹھکانہ کیا ہے؟

زخم دل، خون جگر، زخم الم، خون امید دیکھئے عشق میں اب اور گذرتا کیا ہے

صرف اتنی سی مصیبت پہ یہ رونا سرورؔ؟ صبر کر صبر کہ تو نے ابھی دیکھا کیا ہے!

غم فرقت کی لو ہر لمحہ مدھم ہوتی جاتی ہے
"الٰہی کیا مری دیوانگی کم ہوتی جاتی ہے"

محبت امتحان درد پیہم ہوتی جاتی ہے
گھٹا جاتا ہے دل اور چشم غم نم ہوتی جاتی ہے

تمہاری ہم سے جو وابستگی کم ہوتی جاتی ہے
زہے قسمت کہ جاں شائستۂ غم ہوتی جاتی ہے

لگا کر آگ خود اہل چمن آنکھیں دکھاتے ہیں
روایت اک نئی گلشن میں قائم ہوتی جاتی ہے

حیات بےوفا ہو یا کہ وہ ہو شام تنہائی
میں سلجھاتا ہوں جتنا اور برہم ہوتی جاتی ہے

نہ جانے معجزہ ہے عشق کا یا صرف دھوکا ہے
وہ جتنے دور ہوں بیگانگی کم ہوتی جاتی ہے

شکایت، وہ بھی شہر جور میں؟ توبہ! معاذ اللہ!
ہماری بیکسی خود اپنا مرہم ہوتی جاتی ہے

نہ تم بدلے، نہ ہم بدلے، نہ طرز جور ہی بدلا
شناسائی غموں کی دل سے باہم ہوتی جاتی ہے

کوئی کافر ادا شعر مجسم کیا بنا سرورؔ
ہماری شاعری حسن مجسم ہوتی جاتی ہے

زمانہ میں کوئی تم سا نہیں ہے
حقیقت ہے یہ افسانہ نہیں ہے

محبت کیا ہے؟ تم کو کیا بتائیں
تمہیں کہہ دو محبت کیا نہیں ہے؟

ہمارا کیش، کیش عاشقی ہے
ہمیں انجام کی پروا نہیں ہے

تقاضائے محبت ہے خموشی
مگر اب ضبط کا یارا نہیں ہے

بھلا ہو گردش دوراں کا ہمدم
محبت کا کہیں چرچا نہیں ہے

اٹھا کرتی ہے دل میں ہوک اکثر
خدا معلوم کیا ہے کیا نہیں ہے!

بہت بیجا ہے میں کہہ دوں اگر کچھ!
جو تم کہہ دو تو وہ بیجا نہیں ہے؟

یہ کیسی بزم ہستی ہے الٰہی؟
یہاں تو کوئی بھی اپنا نہیں ہے

ہمارا ظرف ہی چھوٹا ہے سرورؔ
نگاہ ناز فتنہ زا نہیں ہے!

گذر گیا یہ اگر وقت تو فسانہ ہوا　　بگڑ گیا تو خرابی کا اک بہانہ ہوا

حریم عشق سے جو شخص آشنا نہ ہوا　　خدا گواہ! وہ شائستہ خدا نہ ہوا

یہی تو ایک کسر رہ گئی کہ مر نہ سکے　　تمہیں کہو کہ محبت میں اور کیا نہ ہوا؟

یہ کم ہے کیا کہ محبت میں پالیا خود کو؟　　بلا سے کوئی ہمارا ہوا ہوا نہ ہوا!

علاج درد غریبان شوق ہو جاتا　　مگر انہیں کبھی مرنے کا حوصلہ نہ ہوا

کسی بہانہ تو آخر کو موت آنی تھی　　گئے جو جان سے الفت میں کچھ برا نہ ہوا

"ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال"[۱]　　غم حبیب کبھی جان سے جدا نہ ہوا

عجیب چیز ہے دل کا معاملہ سرورؔ　　جو قرض دوست ادا ہوگیا ادا نہ ہوا

۱: مرزا غالب

جو غم بھی دل وجان سے پیارا نہیں ہوتا　　اس غم سے محبت میں گذارا نہیں ہوتا

جب تک تری نظروں کا اشارہ نہیں ہوتا　　اس دل کو کوئی حال گوارا نہیں ہوتا

دنیا جو ہے امید پہ قائم تو بلا سے　　اپنا تو امیدوں پہ گذارا نہیں ہوتا

ہر موج سے کیا کھیلنا ہر موج سے کیا کام　　ہر موج کے دامن میں کنارا نہیں ہوتا

دل بھی ہے خداداد، محبت بھی خداداد　　آجائے جو دل تو کوئی چارا نہیں ہوتا

تم حاصل غم، حاصل دل، حاصل جاں ہو　　احساس تمہیں کیا یہ خدارا نہیں ہوتا؟

کیا جانئے کیا گذرے ہے اس درد میں اس دم　　جب جاں سے گذرنے کا بھی یارا نہیں ہوتا

رونے سے نہ روکو ہمیں اب عشق میں یارو　　اشکوں پہ کسی کا بھی اجارہ نہیں ہوتا

یہ درد محبت بڑا جاں لیوا ہے سرورؔ!　　اک بار ہی اٹھتا ہے، دوبارہ نہیں ہوتا!

عشق کیا کیا فریب کھاتا ہے | حسن کیا شعبدے دکھاتا ہے
ذکر میرا ترے فسانے میں | کس قدر مختصر سا آتا ہے
زندگی ہے کہ ایک میلہ ہے | ایک آتا ہے ایک جاتا ہے
بدگماں تو نہ ہو مرے غم سے | آتے آتے ہی صبر آتا ہے
ہے زمیں سخت،آسماں ہے دور | دل کہاں قسمت آزماتا ہے؟
ہم تو شرمندۂ حیات ہوئے | آپ کو کیوں حجاب آتا ہے؟
روز مرتا ہوں روز جیتا ہوں | کوئی یوں مجھ کو آزماتا ہے
خود بخود آج آنکھ بھر آئی | کون دل کے قریب آتا ہے؟
تجھ سا دیوانہ کون ہے سرؔور؟ | زخم کھاتا ہے، مسکراتا ہے!

تمہارے دن کے سامنے بھلا ہماری رات کیا | تمہاری بات بات ہے ہماری بات بات کیا
تمہیں سے کائنات ہے اگر کہوں تو ہے غلط | تمہیں تو کائنات ہو نہیں تو کائنات کیا
حیات مستعار کا میں اعتبار کیا کروں؟ | حیات تو غبار ہے غبار کو ثبات کیا
تمہاری بے رخی سے دل نہ ہووے کیسے مضمحل | یہی تو ایک بات ہے نہیں تو اور بات کیا
تمہیں خبر نہیں ہے کیا کہ دل پہ کیا گذر گئی؟ | بتائیں کیا معاملہ،سنائیں واردات کیا
ذرا ذرا سی بات پر یہ تیری بدگمانیاں | وہ راہ و رسم کیا ہوئی،ہوئے تعلقات کیا ؟
نہ آرزو ہے اب کوئی نہ حسرتوں سے کام ہے | گذر گئی ہے عاشقی میں دل پہ واردات کیا
متاع دل اگر گئی تو ایسا کیا غضب ہوا | ہوئے نہیں ہیں زندگی میں ایسے حادثات کیا
کہو جو رات رات ہے، جو دن کہو تو ہے یہ دن | ہمارا دن ہے دن کوئی، ہماری رات رات کیا
بتاؤ سرؔور حزیں،تمہیں سکون کیوں نہیں؟ | کٹی کسی کی یاد میں تمھاری ساری رات کیا؟

دنیا سے جدا کیسی یہ اپنی طبیعت ہے؟ میں محو محبت ہوں، وہ محو سیاست ہے!

ہر سانس مرے حق میں الزام ہے تہمت ہے زندہ ہوں ترے غم میں اتنا بھی غنیمت ہے

اے اشک سحر گاہی! یہ کیسی مصیبت ہے؟ بولوں تو ہے رسوائی، چپ ہوں تو قیامت ہے

بے فیض یہ آنسو ہیں شاید تری نظروں میں لیکن مرے مذہب میں نام ان کا عبادت ہے

غم حاصل ہستی ہے غم منزل ہستی ہے ہے عشق میں غم تو کیا، غم ہی تو محبت ہے

اے یاد شب ہجراں لے آئی کہاں مجھ کو ؟ حیرانی سی حیرانی، وحشت سی یہ وحشت ہے!

الزام جنوں پر میں بددل ہوں تو کیسے ہوں الزام جنوں ہی تو انعام محبت ہے

بدحالی قسمت کا الزام کسے دوں میں؟ کچھ میری ہے کوتاہی، کچھ تیری مشیت ہے

دنیا تجھے دیوانہ کہتی ہے اگر سرؔور کچھ جھوٹ نہیں اس میں واللہ حقیقت ہے!

وہ ہوں مائل بہ کرم میری پریشانی میں! آگ لگتے ہوئے دیکھی ہے کبھی پانی میں؟

روز اک غم ہے نیا، روز نیا ایک ستم کیسے کہہ دوں ہے کمی تیری زرافشانی میں؟

ہوش اڑتے ہیں مرے ہوش کی جو سنتا ہوں اب بھی کیا شک ہے مری چاک گریبانی میں

صبح کو اشک جنوں آہ پریشاں ہر شام چین ہی چین ہے اس خانماں ویرانی میں!

دل دکھانے کو تو دکھلا دوں مگر ڈرتا ہوں کوئی مشکل نہ ہو پیدا اسی آسانی میں!

غم دنیا سے سوا ہے غم جاناں میرا کٹ رہی ہے مری کس درجہ تن آسانی میں

میرے انداز جنوں پر نہ ہنسیں اہل خرد ”عقل کی بات نہ کہہ دوں کہیں نادانی میں“

سلسلہ گر کوئی چل جائے تو اک بات بھی ہے مدتیں بیت گئیں سلسلہ جنبانی میں

مشکلیں پہلے ہی کیا جان پہ کم تھیں سرؔور ؟ پڑ گئے عشق کی جو اور پریشانی میں؟

کس سادگی سے ہم ترے صدقے اتر گئے
اے زیست تیری چاہ میں بے موت مر گئے

ہم لوگ یوں بلند ترا نام کر گئے
کچھ بن سکا نہ اور تو جاں سے گذر گئے

ہم زندگی کا قرض ادا ایسے کر گئے
آشفتہ جان آئے تھے، آشفتہ سر گئے

خود پہ ہے اختیار نہ ہی دل پہ اختیار
جانا نہ چاہیئے تھا جہاں ہم ادھر گئے

حسرت رہی کہ ہم کہیں اور تم سنا کرو
آنا ہے یہ کوئی؟ ادھر آئے ادھر گئے!

یوں کھو گئے ہیں تجھ میں کہ حیرانگی سے ہم
ہر اک سے پوچھتے ہیں کہ آخر کدھر گئے؟

کیا آب آب دیکھی نہیں چشمِ زندگی؟
کہتا ہے کون اشک مرے بے اثر گئے؟

"اس سے زیادہ حاجت شرح و بیاں نہیں"
ہم باامید آئے تھے، با چشمِ تر گئے

دنیا کی الجھنیں رہیں اپنی جگہ تو کیا
شکر خدا! تمھارے تو گیسو سنور گئے

سرورؔ کہو کہ کاوش دنیا سے کیا ملا ؟
تم آئے بے خبر یہاں اور بے خبر گئے!

ساقیا تجھ کو کچھ نہیں دشوار
پھر وہی دور عام اور اک بار!

ہر نفس ہو گئے گلے کا ہار
شکوۂ دوست ، تہمت اغیار

میری قسمت غریب کی قسمت
میں کہاں اور کہاں وصال یار؟

اے غمِ عشق! تیری عمر دراز!
صبر آ ہی گیا ہمیں ناچار

دل کی یہ خود فریبیاں، توبہ!
لے گیا مجھ کو اس جگہ سو بار

حال بدلے تو کس طرح بدلے ؟
تو ہے مغرور اور میں خوددار

یورشیں بڑھ چلی ہیں دنیا کی
اے غم و یاد و آرزو، ہشیار!

بیکسی میں یہ حال ہے میرا
خود ہی اپنا بنا ہوں میں غمخوار

یہ خموشی ، یہ بے بسی سرورؔ!
کوئی اچھے نہیں ترے آثار

دھواں سا اٹھتا ہے پھر آج آشیانے سے
خدا بچائے محبت کے کارخانے سے

کھلا یہ رازِ محبت میں دل جلانے سے
جدا نہیں ترا قصہ مرے فسانے سے

گذر کبھی تو محبت کے امتحاں سے گذر
ملے جو وقت تجھے مجھ کو آزمانے سے

بکھر گیا ہے غمِ عشق سے وجود مرا
سکون مجھ کو ملا بھی تو کس بہانے سے

نہ رنگ وہ، نہ ہی وہ تازگی، نہ وہ خوشبو
مری سحر کو ہوا کیا اک اس کے جانے سے

وہی ہے دل وہی اک آرزو وہی غم ہے
نہ جانے کیوں مجھے شکوہ ہے پھر زمانے سے

میں داد شہرِ ستم دوں اگر تو کیسے دوں؟
ستم نئے سہی حیلے ہیں سب پرانے سے

نگاہ جور سہی چشم رنگ و بو نہ سہی
نظر اٹھی تو ہے اس کی کسی بہانے سے!

خطا معاف! محبت نہیں خطا کوئی
چلا ہوا ہے یہ دستور اک زمانے سے

قصور صرف یہ دنیا کا ہی نہیں سرؔور
کہ آپ ہم کو بھی لگتے ہیں کچھ دوانے سے

خرمنِ امید نذرِ آہ سوزاں ہو گیا
جان سے جانا ہمیں یوں کہیے آساں ہو گیا

ہو گیا دل کو تعلق آپ سے ہاں ہو گیا
دردِ جانِ ناتواں خود اپنا درماں ہو گیا

عشق ہم کو ضامنِ عرفانِ یزداں ہو گیا
بڑھ گیا جب کفر حد سے اصلِ ایماں ہو گیا

تیرے آتے ہی عجب کیا صورتِ دل ہو گئی
شہر یہ ایسا بسا بستے ہی ویراں ہو گیا

گھر ہمارا لٹ گیا اچھا ہوا! اچھا ہوا!
بے سر و ساماں ہوئے جینے کا ساماں ہو گیا

آرزوئے وصل، شوقِ دید، امید وفا!
ان کا جانا تھا کہ دل شہرِ خموشاں ہو گیا

شکریہ! اے جذبۂ خوش کام تیرا شکریہ!
ہر تصور صورتِ تصویرِ جاناں ہو گیا

الجھنیں اس زندگی کی دردِ سر ہو کر رہیں
ان کا سلجھانا خمِ زلفِ پریشاں ہو گیا

مدتوں تک نامراد آگہی تھا آدمی
تپ گیا جب عشق کی گرمی سے، انساں ہو گیا

سوئے مسجد جا رہا ہے میکدہ سے دیکھنا
کیا خدا ناخواستہ سرؔور مسلماں ہو گیا؟

روز جیتے ہیں روز مرتے ہیں — عمر یوں ہی تمام کرتے ہیں

مشکلات وفا بجا لیکن — جو بھی بنتا ہے کر گذرتے ہیں

بےکسی کا یہ اپنی عالم ہے — اپنے سایہ سے خود ہی ڈرتے ہیں

عشق کی منزلیں ہیں اور ہم ہیں — کبھی چلتے کبھی ٹھہرتے ہیں

وہ دن آئے کہ آرزو نہ رہے — اک اسی آرزو میں مرتے ہیں

تیرے آنے سے دیکھ میرے گھر — کتنے سورج نئے ابھرتے ہیں

جو محبت کو کھیل سمجھے ہیں — چڑھتے دریا میں کیوں اترتے ہیں؟

ہے یہی کام ہم کو صبح وشام — ذکر تیرا مدام کرتے ہیں

عشق میں لین دین کیا سرورؔ؟ — خود ہی کرتے ہیں خود ہی بھرتے ہیں

ہمارا غم نہ رہا غم، خوشی خوشی نہ رہی — وہ کیا گئے کہ تب وتاب زندگی نہ رہی

وہ ایک وجہ سکوں، وہ امید ہی نہ رہی — ہوائے وقت چلی ایسی، خاک بھی نہ رہی

تری جفاؤں پر اب اعتبار کیسے ہو؟ — وہ تھی جو پہلے تری بےرخی، وہی نہ رہی

غم حیات، غم آرزو، غم دنیا — جو حسرتوں کی کہو تم تو اب کوئی نہ رہی

متاع جاں جو محبت میں لٹ گئی تو کیا؟ — دل عزیز کو حسرت جو ایک تھی نہ رہی

یہ صبح وشام کے آنسو، یہ روز و شب کا غم — لگی جو دل کو ہے یارو! وہ دل لگی نہ رہی

تمھارا وعدۂ فردا، مری یہ امیدیں — مری خرابی میں اب کوئی بھی کمی نہ رہی

یہ شام غم، یہ شب سوخت اور یہ صبح الم — سکون دل! تجھے کیوں مجھ سے دوستی نہ رہی

براہو اشک الم! تو نے راز کھول دیا — تھی دل میں ایک خلش وہ بھی اب چھپی نہ رہی

بتا کہ وقت نے کیا غم دئے تجھے سرورؔ؟ — وہ آب وتاب، وہ پہلی سی بات ہی نہ رہی

ہنگامۂ حسرت ہے یا شورشِ ارماں ہے
یارب یہ مرا دل ہے یا بزمِ خراباں ہے؟

میں ہوں مرے ارماں ہیں اور کوچۂ جاناں ہے
تجدیدِ گلستاں ہے، تمہیدِ بہاراں ہے!

ناکامِ محبت ہے، زندانیء ہجراں ہے
سرور کو نہ چھیڑو تم آخر کو وہ انساں ہے

سیکھو تو ذرا آکر آئینِ وفاداری
کرنا بڑا مشکل ہے، کہنا بڑا آساں ہے

یادوں کے سہارے ہی زندہ ہے دلِ ویراں
یادوں سے ادھر کیا ہے؟ اک شہرِ خموشاں ہے

کیا خوب محبت کے انداز نرالے ہیں
غم اپنا ہی حاصل ہے، غم اپنا ہی درماں ہے

کیا بندۂ الفت کو مطلب سیاست سے
کعبہ ہی کلیسا ہے اور کفر ہی ایماں ہے

نازک ہے بہت رشتہ ایمان و محبت کا
سر رشتۂ الفت ہی دیباچۂ ایماں ہے

ہر بات پہ آنسو ہیں، ہر کام سے بیزاری
خود اپنی طبیعت سے دل آپ ہی نالاں ہے

اندیشۂ ہستی سے یکسر ہے وہ بیگانہ
سرور کو ذرا دیکھو! شاید وہ مسلماں ہے!

دل ناداں تماشہ ہوگیا ہے
محبت میں دوانہ ہوگیا ہے

یہی ہے انتہائے عشق شاید
غم اپنا ہی مداوا ہوگیا ہے

اٹھا کرتی ہے دل میں ہوک اکثر
خدا جانے مجھے کیا ہوگیا ہے

غموں کا بے کنارہ وہ سمندر
سمٹ کر اب کنارا ہوگیا ہے

نہیں جو بن سکا اب تک کسی کا
ہمارا دل اسی کا ہوگیا ہے

بہاریں پھر جواں ہونے لگی ہیں
کہیں خونِ تمنا ہوگیا ہے

وہ اک آنسو جو تیرے غم میں ٹپکا
وہی بڑھ کر فسانہ ہوگیا ہے

امیدوں کے سہارے جی رہا ہوں
امیدوں پر گذارا ہوگیا ہے

تمہیں شاید نہیں معلوم لیکن
یہ دل کب کا تمہارا ہوگیا ہے

مصائب سے بھری دنیا میں سرور
غمِ الفت سہارا ہوگیا ہے

جگر سلگتا ہوا دل بجھا بجھا ہوگا
خبر نہ تھی صلہ عاشقی برا ہوگا

خجستہ سر کوئی، کوئی شکستہ پا ہوگا
یہ راہ عشق ہے اب اس میں اور کیا ہوگا؟

اک اشک غم ہی مری زندگی کا حاصل ہے
جو یہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا تو کیا ہوگا

ہجوم یاس سے دل گھٹ گیا شب ہجراں
زیادہ حشر میں کچھ اور کیا بپا ہوگا؟

لئے تو جاتا ہے مجھ کو کشاں کشاں اے دل
بکھر گیا میں بھری بزم میں تو کیا ہوگا؟

خبر ہے گرم سرِ دار میرے جانے کی
سنا ہے آج محبت کا فیصلہ ہوگا

کرید لیتا ہوں یادوں کی راکھ میں اکثر
یہیں کہیں سے دھواں عشق کا اٹھا ہوگا

خموشی آپ کی بے وجہ ہو نہیں سکتی
نظر نے کچھ کہا اور دل نے کچھ سنا ہوگا

یوں ہی تو بزم سے بے آبرو نہیں نکلا
ضرور کچھ نگہ شوق نے کہا ہوگا

رکھا ہے کیا بھلا، کیوں پوچھتے ہو سرور کو ؟
دوانہ مرگیا! تم نے بھی تو سنا ہوگا

دیار جور میں دل ہار جان وار آئے
خوشا! کہ قرض وفا آج ہم اتار آئے

امید لے کے گئے، کھو کے اعتبار آئے
رہی سہی تھی جو پونجی وہ آج ہار آئے

میں ہو چلا ہوں ہوائے خزاں سے آسودہ
مری بلا سے گلستاں میں پھر بہار آئے

"قرار لٹ گیا جس جا وہاں کا ذکر کرو
عجب نہیں یونہی شاید مجھے قرار آئے"

انہیں یہ ضد کہ کبھی کوئی آرزو نہ کرے
وہ کیا کرے جسے ہر آرزو پہ پیار آئے؟

انہیں خبر بھی نہیں اور ان کی محفل میں
ہزار بار گئے ہم، ہزار بار آئے!

یہ کیا کہ اہل وفا شہر آرزو کی طرف
دوانہ وار گئے اور بے قرار آئے ؟

جو تیرے غم میں کٹے، تیری یاد میں گذرے
بتا کہ ایسی شب غم پہ کیوں نہ پیار آئے؟

ترے مزاج میں سرور زمانہ سازی ہے
تری وفا کا بھلا کیسے اعتبار آئے؟

ہر آن محبت میں مری جاں پہ بنی ہے
دنیا ہے کہ یہ کھیل کھڑی دیکھ رہی ہے

غم ہی مجھے کوئی ہے نہ ہی کوئی خوشی ہے
یہ کیسے دوراہے پہ حیات اپنی کھڑی ہے

میں اور تغافل کی شکایت کروں؟ توبہ!
کب آپ نے پہلے مری روداد سنی ہے

افسوس! سخن سازیِ اربابِ سیاست
اب شہر محبت میں جو ہے ریت نئی ہے

ہر زخم پہ امید نئی دل میں ہو پیدا
آئینِ وفا ہے تو یہی شیشہ گری ہے

تسکین الم، ذکر وفا، وعدۂ فردا
کچھ بھی نہیں الفاظ کی اک بازی گری ہے

دنیا کے غموں نے مجھے رکھا نہ کہیں کا
اب آہ سحر ہے، نہ غم نیم شبی ہے!

گو سچ ہے کہ امید پہ قائم ہے یہ دنیا
جو کل تھا ترا آج بھی انداز وہی ہے

ہنستی ہے جو دنیا مری آشفتہ سری پر
سو ہوش پہ بھاری مری یہ بے خبری ہے

بہتر ہے کہ خاموش رہیں حضرت سرورؔ
اشعار نئے ہیں نہ کوئی بات نئی ہے!

ہم نہ کعبہ سے ہیں وابستہ نہ بتخانے سے
جو بھی نسبت ہے وہ ہے دل کے ہی ویرانے سے

کون سی بات نئی ہے جو میں امید کروں
دل نے پہلے بھی کبھی مانا ہے سمجھانے سے؟

یوں رہے شام و سحر محو تلاشِ کعبہ
میکدہ میں رُکے، نکلے جو صنم خانے سے!

آج کچھ ایسی نئی تو نہیں میری حالت
آپ کیوں بنتے ہیں یوں جان کے انجانے سے؟

دکھ مرا کوئی نیا ہو تو کہوں دنیا سے
درد کا رشتہ ہے کب کا مرے افسانے سے

تجھ کو معلوم ہے کیا حال تھا آنے سے ترے
دیکھ کیا حال ہے اب تیرے چلے جانے سے

بے خودی عشق میں اس درجہ مجھے راس آئی
ہوش اڑتے ہیں مرے ہوش کا نام آنے سے

غم ہی آغاز وفا، اور غم انجامِ جنوں
راز یہ ہم پہ کھلا عشق میں غم کھانے سے

رنگ بدلا نظر آتا ہے تری محفل کا
کیا بلا نوش کوئی اٹھ گیا مے خانے سے؟

حال سرورؔ کا تو پہلے بھی کہاں اچھا تھا
ہو گئے عشق میں کچھ اور بھی دیوانے سے!

دل ہمارا جو اتنا گھبرایا — کیا بتائیں کہ یاد کیا آیا

وعدۂ دید تھا فریب مگر — جان کر یہ فریب بھی کھایا

سیکڑوں قصے دل نے چھیڑ دیئے — اک ذرا سا ترا خیال آیا

دیکھنے والے راہ تکتے رہے — جانے والا نہ لوٹ کر آیا

کیسی گذری ہے کیا کہوں تم سے — عیش دنیا کبھی نہ راس آیا

ہم نے اکثر سکونِ دل کے لئے — زندگی کو غموں سے ٹکرایا

کب سے ہم انتظار کرتے ہیں — آج تک تو کوئی نہیں آیا

آج فصلِ بہار کیا آئی — یاد ماضی نے دل کو تڑپایا

کچھ خبر ہے تجھے بھی اے سرورؔ — دے کے دل اس کو تو نے کیا پایا؟

ہوں خستہ نفس آنکھ بھی بھر آئی ہے — کیا دل کے اجڑنے کی خبر آئی ہے؟

ہر یاد پئے زخم جگر آئی ہے — آنا تھا نہ یوں اس کو مگر آئی ہے

ہر اشک ہے آئینہ اسی صورت کا — نیند ایسے بھی اے دیدۂ تر آئی ہے؟

یا اشک گرا یا کوئی دل ٹوٹ گیا — آہٹ سی جو ہنگام سحر آئی ہے

ہے پاس مجھے نام کا اس کے اتنا — یاد اس کی باانداز دگر آئی ہے

پہچان سکوں خود کو تو ہے بات بڑی — آئینہ میں صورت تو نظر آئی ہے

کیا کم تھے یہ انداز جنون و وحشت — جو تہمت غم بھی مرے سر آئی ہے

بے وجہ نہیں تیری شکایت لب پر — بے ساختہ آئی ہے اگر آئی ہے

ہر نقش قدم سجدۂ خوں سے رنگیں — کس رنگ تری راہ گذر آئی ہے

یہ فیض ہے ناکامی و غم کا سرورؔ — شوریدہ سری تیری نکھر آئی ہے

صبح نہیں ہے شام نہیں ہے — دل کو کیوں آرام نہیں ہے؟

شام و سحر یہ رونا اے دل! — اور کوئی کیا کام نہیں ہے؟

مجھ کو تجھ سے شکوہ؟ توبہ! — کفر ہے یہ اسلام نہیں ہے

زخم وفا! آفات محبت! — یہ تحفہ بے دام نہیں ہے

ان کی نظریں ایسی بدلیں — مے وہ نہیں ، وہ جام نہیں ہے

بات کوئی ہے ورنہ کیوں اب — پہلا سا اکرام نہیں ہے

قید محبت؟ اللہ! اللہ! — سہل کوئی یہ کام نہیں ہے

اپنی کرنی سب بھرتے ہیں — غیر کا بھرنا عام نہیں ہے

دنیا داری دنیا سازی — اپنا تو یہ کام نہیں ہے

سرورؔ تو نے کچھ تو کیا ہے — یوں ہی تو بدنام نہیں ہے

کوئی آج بیٹھا ہے نظریں چُرائے — تماشہ ہو دل پہ جو بجلی گرائے

امیدوں کی دنیا میں گُم ہو گیا ہوں — غمِ زندگی سے کہو لَوٹ جائے

حیات فسردہ کو ٹھکرا رہا ہوں — کہو دل سے دنیا نئی اک بسائے

نگاہوں کی بیتابیاں لے نہ ڈوبیں — کہیں رازِ دیوانگی کُھل نہ جائے

وفا کیا، جفا کیسی، کیا آشنائی؟ — کسی شوخ نے ہیں کھلونے بنائے

ٹھکانہ نہیں اس کا دنیا میں کوئی — ترے غم کا مارا کہاں سر چھپائے؟

بڑے شوق سے داستاں تھی سنائی — وہ سنتے رہے سن کے پھر مسکُرائے

تصور کی نیرنگیاں اللہ اللہ! — وہ دیکھو نگاہیں چرائے وہ آئے

نظر میں خدا جانے کیا بَس گیا ہے — تصور میں کچھ رقص کرتے ہیں سائے

یہی سوچ کر دل کو سرورؔ سنبھالا — زمانہ نے کس پر نہیں ظلم ڈھائے؟

کیا خوب تم نے مری وفا کا صلا دیا — کچھ اور درد دل کا ذرا سا بڑھا دیا!

کیا پوچھتے ہو مجھ کو محبت نے کیا دیا — کیا کم ہے یہ کہ اک دلِ درد آشنا دیا؟

بے چارگیء شامِ محبت تو دیکھئے — اک دل ہی جل رہا تھا اسے بھی بجھا دیا

دل لے کے ایسے صاف مُکرنا کمال ہے — جا تجھ کو دل دیا جو تو راہِ خدا دیا!

نا آشنائے درد تھے کل اب ہیں غرقِ غم — دل کی لگی نے کیا لیا اور لے کے کیا دیا!

احسان کس قدر ہیں دلِ ناصبور پر — جو درد بھی دیا اسے، وہ لا دوا دیا

آسودہ ہو چلا ہے غمِ دو جہاں سے دل — کیا راز تھا جو آپ نے اس کو بتا دیا

اک دل ہے اور شام و سحر حسرتوں کی دھوم — اس غم نے اس کو راہ سے کیسی لگا دیا!

ہر انقلابِ دہر ہے اک دل میں موج زن — کیا خوب اہلِ درد کو یہ آئینہ دیا!

دل کا بُرا نہیں وہ گو تقدیر ہے خراب — سرورؔ کو تم نے کس لئے آخر بھلا دیا؟

ماحول سازگار فضا خوشگوار ہے — اے دوست! آ بھی جا تجھے کیا انتظار ہے

میرا گریباں، خیر اگر تار تار ہے — اپنی خبر بھی کچھ تجھے دامانِ یار ہے؟

احسان کس قدر ترا شہرِ نگار ہے — میں ہوں جنوں ہے لذتِ سنگِ ہزار ہے

یادِ شباب، یادِ جنوں، یادِ آرزو — اب ہے تو زندگی کا انہیں پر مدار ہے

کم بخت دل ہی میرا نہیں اختیار میں — کہنے کو دل کا خود پہ بہت اختیار ہے

گذری ہے دھوپ اس پہ ہزاروں خزاؤں کی — شائستہء خزاں ہے تو میری بہار ہے

کہتے ہیں صبر کو وہ تقاضائے زندگی — اور زندگی کو پوچھئے تو خود ہی بار ہے

کس جی سے دل کو میں بھلا الزامِ عشق دوں — وہ خود ہی اپنی عادتوں پہ شرمسار ہے

کیا اور کوئی دل جلا تجھ کو نہیں ملا — پرخاش کیوں مجھی سے غمِ روزگار ہے؟

سرورؔ نہ ہو غمِ شبِ فرقت سے تنگ دل — نامِ خدا یہ غم ہی تو اک غم گسار ہے!

دل دُکھانا تری عادت ہے بھلائی نہ گئی | آہ دنیا! تری انگشت نمائی نہ گئی

اشک بہتے رہے اور آہ دبائی نہ گئی | داستانِ شبِ غم پھر بھی سنائی نہ گئی

پھر وہی غم ہے، وہی میں، وہی تنہائی ہے | یہ لگی دل کی ہے ایسی کہ بجھائی نہ گئی

روکتے روکتے آ ہی گئے آنسو میرے | بات کچھ بگڑی پھر ایسی کہ بنائی نہ گئی

لوگ تو بات کا افسانہ بنا دیتے ہیں | ورنہ کیا ہم سے تری بات نبھائی نہ گئی؟

حسنِ خوشکار ہی بدلا، نہ وفا پیشہ عشق | خار پاشی نہ گئی، آبلہ پائی نہ گئی

کیا کسی اور سے کہتا میں کہانی اپنی | مجھ سے خود کو بھی تو اے دوست سنائی نہ گئی

روز وشب حال پہ ہنستے رہے دنیا والے | پھر بھی اے دل! تری آشفتہ نوائی نہ گئی

انقلاب آتے رہے دہر میں یوں تو ہر دم | نہ گئی تیری مگر طرزِ خدائی نہ گئی

بات اچھی بری سنتا ہے زمانہ بھر کی | پھر بھی سرورؔ تری یہ نغمہ سرائی نہ گئی!

ترا یوں فیصلہ اے گردشِ ایام! ہو جائے | محبت نام ہے جس کا وہ فتنہ عام ہو جائے

خدایا! دل مرا شائستۂ آلام ہو جائے | یہ درد زندگی اپنا ہی خود انعام ہو جائے

وفا نا آشنا دنیا، جفا پیشہ تری فطرت | تعجب کیا وفا میری اگر الزام ہو جائے

مجھے رسوا جو کرنا ہی سر بازار دنیا کر | مرا بھی کام بن جائے ترا بھی نام ہی جائے

مری بیچارگی کو یاد کر لینا سحر والو! | مجھے گر انتظار صبح میں ہی شام ہو جائے

جسے بھی دیکھئے مجھ کو سمجھتا ہے وہ دیوانہ | چلیں یوں ہی سہی دنیا میں کچھ تو نام ہو جائے

محبت نام ہے شام وسحر مر مر کے جینے کا | پھر اک کوشش ذرا سی اے دلِ ناکام! ہو جائے

نہ کوئی آشنا اپنا، نہ کوئی رازداں اپنا | مقدر تھا مرا یوں زندگی دشنام ہو جائے

جہاں جاتا ہے سرورؔ تجھ پہ سب انگلی اٹھاتے ہیں | خدا ناخواستہ ایسا کوئی بدنام ہو جائے

جو عطا کرتے ہیں وہ نام خدا دیتے ہیں — غم بھی دیتے ہیں تو ہمت سے سوا دیتے ہیں

گہ رلاتے ہیں ہمیں گاہ ہنسا دیتے ہیں — جانے کس جرم کی ایسی وہ سزا دیتے ہیں

اس طرح اہل جفا دادِ وفا دیتے ہیں — جب بھی کم ہوتا ہے غم اور بڑھا دیتے ہیں

داغِ دل، داغِ جگر، داغِ جنوں، داغِ فراق — ہاتھ اٹھا تو ہے اب دیکھئے کیا دیتے ہیں

آگ دل کی کہیں اشکوں سے بجھا کرتی ہے — یہ تو کچھ اور لگی دل کی بڑھا دیتے ہیں

درد وہ دیتے ہیں ایسا کہ نہیں جس کا علاج — اور پھر درد بڑھانے کی دوا دیتے ہیں

ان کی باتوں میں جو آئے تو یہ جانا ہم نے — بات کی بات میں دیوانہ بنا دیتے ہیں

لغزشیں میری انہیں یاد ہیں اللہ اللہ! — جو نگاہوں سے مئے ہوش رُبا دیتے ہیں

ہم سے الجھے نہ زمانہ کہ ہیں بربادِ جنوں — گردشِ وقت کو آئینہ دکھا دیتے ہیں

کیوں ہو بے مہریٔ دنیا سے پریشاں سرورؔ؟ — لوگ تو بات کا افسانہ بنا دیتے ہیں

جب بھی تیرا خیال آیا ہے — دل نے کیا کیا نہ گل کھلایا ہے

اے غمِ عشق تیری عمر دراز! — وقت کیا کیا نہ ہم پہ آیا ہے

خود پہ کیا کیا نہ ہم نے جبر کیا — جب کہیں جا کے صبر آیا ہے

دوسرا غم کہیں ابھر آیا — ایک غم گر اُدھر دبایا ہے

کھیل الفت کا ہے عجب ہی کھیل — خود کو کھویا تو اُس کو پایا ہے

مجھ کو نادان اس قدر نہ سمجھ — جان کر یہ فریب کھایا ہے!

دل پہ جو اختیار تھا نہ رہا — لب پہ تیرا جو ذکر آیا ہے

پھر وہی شیشہ ہے وہی پتھر — دیکھئے کیا پیام آیا ہے!

خود بخود آج آنکھ بھر آئی — جانے کس کا خیال آیا ہے

ہے شب و روز آنسوؤں سے کام — روگ سرورؔ نے کیا لگایا ہے!

اس طرف عاجزی اُدھر وہ ناز — کوئی دیکھے تو حسن کے انداز
موت انجام ہے کہ ہے آغاز؟ — رازِ در پردہ ہے کہ پردہء راز؟
آہِ دل ، اشک ہائے بیتابی — یہ دعا میری اور وہ ہے نماز!
آپ کا آنا آپ کا جانا — یہ ہے ساز اور وہ شکستِ ساز!
لوگ کہتے ہیں مجھ کو دیوانہ — کیا خیال آپ کا ہے بندہ نواز؟
دل ہی اک دوست تھا وہی نہ رہا — کوئی دنیا میں اب نہیں دمساز
کون سمجھائے، کس کو سمجھائے؟ — عشق دیوانہ، حسن عشوہ ساز!
ایسے جینے کا کیا کرے کوئی — ہے غمِ عاشقی، نہ سوز و ساز!
آج کیوں چپ ہیں حضرتِ سرور؟ — کیا طبیعت ہے آپ کی ناساز؟

وہ دل کہ جو شائستہء آلام نہیں ہے — اس دل کو محبت سے کوئی کام نہیں ہے
یہ صبح نہیں ہے مری یہ شام نہیں ہے — گوشہ میں قفس کے مجھے آرام نہیں ہے
بازار ہی میں جنس وفا عام نہیں ہے — کچھ تیری خطا گردشِ ایام! نہیں ہے
گر اشکِ جنوں صبح تو ہے آہ الم شام — اے دل! تجھے کیا اس کے سوا کام نہیں ہے؟
دنیا کی نظر میں ہے ابھی کفر محبت — شاید یہ ابھی واقف اسلام نہیں ہے
مقصود جنوں سجدہء اصنام ہے لیکن — مقصود جنوں سجدہء اصنام نہیں ہے!
جس غم نے محبت کو بنایا ہے محبت — اس غم کا محبت میں کوئی نام نہیں ہے
دیوانگی پابند مراسم نہیں ہوتی — اس راہ میں فکر سحر و شام نہیں ہے
اُس سنگِ گراں کو رہِ الفت سے ہٹا دو — جو سنگ بھی دشواریء ہر گام نہیں ہے
لے ڈوبے گی سرور تجھے اک دن یہ خموشی — یہ جان لے اچھا ترا انجام نہیں ہے

دردِ دل ہے گردشِ ایام ہے — اب مجھے آرام ہی آرام ہے

یورشِ آلامِ صبح و شام ہے — زندگی کیا بس اسی کا نام ہے؟

میرا سایہ بھی گریزاں مجھ سے ہے — بیکسی شاید اسی کا نام ہے

ہوچلی ہیں رنجشیں کم آپ کی — کفر شاید مائلِ اسلام ہے

ہائے قید عشق کی مجبوریاں — میں ہوں اور میرا دلِ ناکام ہے

با خدا رہتے ہیں جو دنیا میں لوگ — بے خودی سے ان کو ہر دم کام ہے

اپنی بدنامی کا ہم کو غم نہیں — نام سے تیرے ہمارا نام ہے

دوستداری کی امیدیں اور آپ؟ — یہ تماشہ تو نہایت عام ہے

دوستو ہم کیا کہیں سرورؔ کا حال — دل کے ہاتھوں ہر طرف بدنام ہے

نامرادی ترا شمار کہاں؟ — میں کہاں اور وصلِ یار کہاں؟

شمع بیگانہء شرار کہاں؟ — زندگی سے بھلا فرار کہاں!

ہائے خوش فہمیاں جوانی کی — لے گئیں مجھ کو بار بار کہاں!

تو وفا خو نہ آشنا پرور — زندگی! تیرا اعتبار کہاں!

منھ چھپائے کوئی تو کس کس سے؟ — ہو گیا راز آشکار کہاں!

راز میری نظر نے کھول دئے — ایسے ملتے ہیں رازدار کہاں؟

''روز مرتا ہوں، روز جیتا ہوں'' — حسرتوں کا مگر شمار کہاں!

یادِ ماضی! ہو تیری عمر دراز! — تجھ سا ملتا ہے غمگسار کہاں!

دل ہمیشہ کا ہے خزاں دیدہ — ہم کہاں، شکوہء بہار کہاں!

کچھ تو فرمائیں حضرتِ سرورؔ — چل دئے ایسے شرمسار کہاں؟

دل غریب کو تم کیا کہا نہیں کرتے؟ / برا تو خیر نہیں ہاں بھلا نہیں کرتے!

رہِ طلب میں یہی ایک غم تو ساتھی ہے / جو غم سے ڈر کے جئیں وہ جیا نہیں کرتے

سکوتِ شب ہے کہ اپنی ہی نبض ڈوب گئی / سنا ہے غم میں خود اپنے وفا نہیں کرتے

ڈھلا جو دن تو چھلک آئے آنکھ میں آنسو / ''چراغ شام سے پہلے جلا نہیں کرتے''

وفا کے نام سے لاکھوں جفائیں کرتے ہو / جفا کے نام سے تم کیوں وفا نہیں کرتے؟

غمِ حیات کو اک کھیل جاننے والے / غمِ حیات کا کیوں حق ادا نہیں کرتے؟

جنہیں خموشیءگل سے بڑی شکایت ہے / وہ نوکِ خار کا پھر کیوں گلا نہیں کرتے

فریب خوردیء اہلِ وفا ، معاذاللہ! / اس ایک عشق میں وہ کیا سے کیا نہیں کرتے

امید آج تو کل بیکسی، قیامت ہے! / جو دینے والے ہوں ایسے نہیں دیا کرتے

گئی جو عمر تو سرور کی شاعری بھی گئی / کہ ہر غزل پہ وہ طوفاں بپا نہیں کرتے!

ابھی کیا تھا ابھی یہ ہو گیا کیا؟ / نہ سوچا دل نے کچھ اچھا برا کیا؟

مٹائے گا ہمیں وہ فتنہ زا کیا! / سوائے غم یہاں اب رہ گیا کیا؟

زمانہ کروٹیں لیتا رہے گا / غریبوں کے دلوں کا ٹوٹنا کیا!

گذاری حسرتوں میں زندگانی / ہمیں ہوتا ہے اس کا رنج کیا کیا!

سکوتِ شب! یہ کیسی خامشی ہے؟ / مٹا اپنا دلِ درد آشنا کیا؟

ازل سے نامرادِ آرزو ہوں / زمانہ سے مجھے اب واسطہ کیا؟

دلِ دو نیم آنسو خوں کے رویا / خدا جانے اسے یاد آ گیا کیا!

کہانی رنج و غم کی کیا سنائیں؟ / نہیں معلوم ہم کو خود ہُوا کیا!

کسی میخانہ میں سرور کو ڈھونڈو! / اسے دیر و حرم سے واسطا کیا؟

نامرادی مجھے کس راہ لئے جاتی ہے / ڈوبتا جاتا ہے دل، آنکھ بھری آتی ہے

ہائے وہ آنکھ جو ملتے ہوئے شرماتی ہے / آہ وہ آرزو! بے موت جو مر جاتی ہے

خستہ حالی پہ مری روئیں نہ دنیا والے / مجھ کو خود اپنی ہی حالت پہ ہنسی آتی ہے

گریہء صبح گہی، اشکِ غمِ نیم شبی / ایسی دولت کہیں گھر بیٹھے بھی ہاتھ آتی ہے؟

دے چکی ہے مجھے کمبخت یہ اس درجہ فریب / زندگی آنکھ ملاتے ہوتے شرماتی ہے

پھر کسی سنگِ جنوں کو ہے تلاشِ فرہاد / رسم یہ اگلے زمانے سے چلی آتی ہے

بات کوئی تو ہے افسانہء غم میں اپنے / بات سے بات نکلتی ہی چلی جاتی ہے!

یادِ ایامِ گذشتہ ذرا دم لینے دے / دامن دل مرا کھینچے ہی چلے جاتی ہے

کوئی زندانیء غم عشق سے چھوٹا ہو گا / ورنہ کیوں آج طبیعت مری گھبراتی ہے

یہ محبت ہے دبا کر اسے رکھنا سرورؔ / حد سے بڑھ جائے تو دیوانگی کہلاتی ہے

ناپتے ہیں وہاں غم کے مرے پیمانہ کو / آگ دے دے کوئی کم ظرفیء میخانہ کو

امتحاں لیتا ہے ایماں کا مرے وہ کافر / چلیئے نسبت تو ہے کعبہ سے صنم خانہ کو

میں ترے غم سے ہوں برگشتہ یہ ناممکن ہے / مے سے کب بیر ہوا کرتا ہے پیمانہ کو؟

آہِ دل، خونِ جگر، زخمِ الم، شامِ فراق / عشق نے کیا نہ دیا آپ کے دیوانہ کو؟

موت ہے صرف ترے نام پہ جیتے رہنا / زیست کہتے ہیں ترے نام پہ مرجانے کو

کوئی الزام نہ دے کانپتے ہاتھوں کو مرے / خود ہی جب ذلف ہو آمادہ سنور جانے کو

خوفِ دنیا کا گنہگار نہیں اک تو ہی / مسکرا دیتے ہیں ہم بھی اسے دکھلانے کو

جب بھی پردیس میں آتی ہے مجھے یادِ وطن / دیکھ لیتا ہوں بس اک دل کے ہی ویرانہ کو

اشک غم بہتے رہے گرتے رہے تھمتے رہے / جام تو ہوتا ہے بھر بھر کے چھلک جانے کو

نام لیتے ہوئے ڈرتا ہوں وگرنہ سرورؔ / دل میں کچھ کم نہیں قصے مرے دہرانے کو

دل سوختہ گیا وہاں باچشمِ تر گیا
جانا نہیں تھا بزم میں مجھ کو مگر گیا

شیرازہء حیات کبھی کا بکھر گیا
جھونکا ہوا کا تھا، ادھر آیا ، اُدھر گیا

جھپکی جو آنکھ دورِجوانی گذر گیا
''جامِ حیات ایک ہی قطرہ میں بھر گیا''

کون اب سنے گا شکوہء آلامِ زندگی؟
دل ہی تھا ایک دوست ،وہ کل رات مر گیا

اب کیا کسی سے ہم گلہء بیکسی کریں؟
اپنا بھی ایک وقت تھا، لیکن گذر گیا

پہلے ہی تیری آبرو کا تھا کسے خیال
اے دل! بتا کہ تو وہاں کیا سوچ کر گیا؟

ناکامیوں سے خستہ نفس ہوں تو کیا عجب
دریائے عاشقی تو کبھی کا اتر گیا!

کچھ ایسا اجنبی سا رہا زندگی سے میں
آیا تھا بے خبر یہاں اور بے خبر گیا!

''اس راہِ عاشقی میں چھٹا ایک ایک دوست
ہم دل کو رو رہے تھے کہ دیکھو جگر گیا''

کیا پوچھتے ہو سرورؔ شوریدہ سر کا حال
وہ کم نصیب عشق میں بے موت مر گیا

آپ سے رسم و راہ کرتے ہیں
زندگی یوں تباہ کرتے ہیں

دل ہے! روکیں تو کس طرح روکیں؟
جان کر کوئی آہ کرتے ہیں؟

جیسے واقف نہیں بہاروں سے
یوں خزاں سے نباہ کرتے ہیں

کیا تعجب کہ دن بدل جائیں
خیر سے وہ نگاہ کرتے ہیں

تجھ سے ملنے کی ہے اگر خواہش
ایسا ہم کیا گناہ کرتے ہیں؟

آہ! اہل زمیں کی کم نظری
شکوہء مہر و ماہ کرتے ہیں

صلح جو ہو گئے قفس میں ہم
ہر کسی سے نباہ کرتے ہیں

ان سے آنکھیں ملانا ٹھیک نہیں
دل میں وہ یوں ہی راہ کرتے ہیں

ہو ہی جاتی ہے ان سے غلطی بھی
یوں کرم گاہ گاہ کرتے ہیں

میکشی اور بے وضو سرورؔ؟
آپ کیسا گناہ کرتے ہیں؟

یہی بے آبروئی کیا محبت کی نشانی ہے؟ ''نظر کو دل سے اور دل کو نظر سے بدگمانی ہے''

اگر یہ سچ ہے دنیائے دَنی بس آنی جانی ہے تو ہر لمحہ تمہیں ہم سے یہ کیسی بدگمانی ہے؟

عجب یہ زندگانی ہے، عجب یہ زندگانی ہے اِدھر دنیا کی آویزش، اُدھر سوزِ نہانی ہے

ہمارا اور ان کا فیصلہ گر ہو تو کیسے ہو؟ اُدھر وہ بے نیازی ہے، اِدھر یہ سخت جانی ہے

نئی ہو بات گر کوئی تو شکوہ زیب دیتا ہے شناسائی غموں کی قلبِ مضطر سے پرانی ہے

نہ تم بدلے، نہ ہم بدلے، نہ دستورِ جفا بدلا چلے آؤ کہ دنیا آرزوؤں کی مٹانی ہے

نہ کوئی ہم نشیں اپنا، نہ کوئی آشنا اپنا اگر ہے ہم نفس کوئی تو اک یہ بے زبانی ہے

ادا ہوتا ہے جب بھی حرفِ غم اس طور ہوتا ہے کچھ اشکوں کی زبانی ہے کچھ آہوں کی زبانی ہے

چلی آتی ہے یہ رسمِ محبت روزِ اول سے نہ تم کو بدگمانی ہے، نہ ہم کو خوش گمانی ہے

اگر یوں ہی رہا رنگِ جنونِ شوق اے سرورؔ تو اک دن آگ اس الفت کو پانی میں لگانی ہے

راہِ ہستی میں ہمیں سیکڑوں اصنام ملے چند تھے ٹوٹے ہوئے، چند تو بے نام ملے

مرحلے منزلِ دل میں ہمیں ہر گام ملے ہم سفر سست قدم، رہنما خود کام ملے

اے شبِ غم! تجھے سینے سے لگا لوں آ جا یوں ہی شاید دلِ کمبخت کو آرام ملے

دل جلوں کو کبھی دیکھے نہ حقارت سے کوئی کام کے ہم کو تو اکثر یہی ناکام ملے

اے خدا! کیسا یہ دستورِ خداوندی ہے؟ ہم ہی مقتل میں کٹیں، ہم کو ہی الزام ملے!

داد و فریادِ رسا کا صلہ سب پاتے ہیں نارسائی کا بھی یارب! ہمیں انعام ملے!

واقفِ درد نہ ہی واقفِ اندوہِ وفا بازیء عشق میں اربابِ خرد خام ملے

حاصلِ زیست نہیں ہیں تو بھلا اور ہیں کیا چند لمحے جو نگاہوں کو لبِ بام ملے

کیا ہوا مٹ گئے ان پر جو شہیدانِ الم کیسے ممکن ہے کہ یہ مرتبہ بے دام ملے؟

گر خدا مان لیا عشق کو ہم نے سرورؔ کیا عجب تجھ کو اسی کفر میں اسلام ملے!

حسرت نہیں الم نہیں بیچارگی نہیں / ہے زندگی کا نام مگر زندگی نہیں

کیا پوچھتے ہیں آپ مری وجہ خامشی / کہنے کو میرے پاس کوئی بات ہی نہیں

نازک تھا اس قدر مرے غم کا معاملہ / سوچا بہت زباں مری لیکن کھلی نہیں

حسرت، امید، رنج، تمنا، ملال، غم / اب شہر آرزو میں کوئی اجنبی نہیں

دل میرا طرز پرسشِ دنیا سے جل گیا / اور لوگ کہہ رہے ہیں کوئی بات ہی نہیں

کس کس کو ہم بتاتے غم زخم آرزو؟ / دل کا معاملہ تھا، کوئی دل لگی نہیں

تم آئے تھے تو گھر میں اجالا تھا بے چراغ / تم کیا گئے کہ گھر میں کوئی روشنی نہیں

آواز دے کے مجھ کو زمانہ کرے گا کیا / جو ساتھ اس کے جائے میں وہ آدمی نہیں

ہو جائیں آپ مجھ پہ کسی طور مہرباں / کر لیجے دشمنی ہی اگر دوستی نہیں

کرتا ہوں راز ہائے دل ریزہ ریزہ فاش / سرورؔ برائے بیت مری شاعری نہیں

خود جیسے بے قصور ہوں الفت کے باب میں / سب لکھ دئے گناہ ہمارے حساب میں

کہنے کو غم بہت ہیں حیاتِ خراب میں / لیکن مزا ہی اور ہے ان کے عتاب میں

ایسا کسی کا وقت نہ بگڑے خدا کرے / ناواقفِ گناہ رہے ہم شباب میں

ہاں اے نگاہ شوق! ہوا کیا معاملہ / نکلے جو وہ حجاب سے رہ کر حجاب میں؟

آتی ہے آرزوئے دل زار پر ہنسی / تسکین اور وہ بھی جہان خراب میں؟

کل ہم پناہ مانگتے تھے اضطراب سے / اب ہے تلاش ضبط و سکوں اضطراب میں

دل ڈھونڈتا ہے شرح محبت، زہے الم! / دامان لالہ زار میں، خون شباب میں

کب تک شکایت غم ہجراں کرے کوئی / اے موت تو ہی آ جا دعا کے جواب میں

کچھ کم نہ تھے مصائب و آلام زندگی / کیوں چڑھ گئے تری نگہ انتخاب میں؟

سرورؔ جوانی اپنی کچھ ایسی گذر گئی / جھونکا ہوا کا جیسے چلے، وہ بھی خواب میں!

نالہء نیم شبی، دیدۂ گریاں کیوں ہو؟ حال دل کا مری صورت سے نمایاں کیوں ہو؟

چارو ناچار ہنسے سب کو دکھانے کے لئے اتنا مجبورِ محبت کوئی انساں کیوں ہو؟

واقفِ رازِ گلستاں ِازل ہیں، ہم کو کاوشِ دورِ خزاں، فکرِ بہاراں کیوں ہو؟

اپنے ہاتھوں سے کئے کا کہیں ہوتا ہے علاج پھر بتا دل! کہ یہ مشکل تری آساں کیوں ہو؟

ہیں یہی واقف اسرار و رموزِ ہستی دوستو! اہلِ خرابات سے نالاں کیوں ہو؟

رسم یہ اگلے زمانہ سے چلی آتی ہے تجھ کو سرورؔ غمِ بے مہریء یاراں کیوں ہو؟

مہر بر لب کہاں رہتا ہے ضمیرِ آزاد؟ میری خاموشی مرے شعر کا زنداں کیوں ہو؟

حسن کافر، مئے دو آتشہ اور بزمِ غزل جس کو یہ سب ہو میسر وہ مسلماں کیوں ہو؟

میرا ہر تارِ نفس عشق و جنوں سے بھر پور مجھ کو اندیشۂ کوتاہی ایماں کیوں ہو؟

ہیں ابھی دہر میں کچھ لوگ بھلے اے سرورؔ طعن اغیار سے اس درجہ پریشاں کیوں ہو؟

قیامت ہو مصیبت ہو بلا ہو تمہارے دم سے ہو چاہے قضا ہو

ادائے بے نیازی اس کی؟ توبہ! خدا ناخواستہ جیسے خدا ہو!

گذاری عمر ساری حسرتوں میں دل درد آشنا تیرا بھلا ہو!

وہ کوئی زندگی سی زندگی ہے؟ جہاں ہر سانس جینے کی سزا ہو

ستائے کیا اسے فکر دو عالم تمہارا غم جسے راس آگیا ہو

نہ سوچو ہم تمہارے دل میں کیا ہیں یہ دیکھو تم ہمارے دل میں کیا ہو

اسی کا نام ہی کیا دوستی ہے؟ وفا کے نام پر ایسی جفا ہو!

بجا ہے ناز ایسے دل پہ سرورؔ شکستہ ہو مگر درد آشنا ہو

قرض تیرے سب ادا اے شامِ ہجراں ہو گئے
رفتہ رفتہ زخم دل خود اپنا درماں ہو گئے

زندگی کے مرحلے یوں کہئے آساں ہو گئے
دشمن جاں تھے جو پہلے اب رگ جاں ہو گئے

ان دنوں غم کی ہمارے دوستو یہ ہے بساط
ٹھیس جب دل کو لگی ہم بھی غزلخواں ہو گئے

راحت شام وسحر، دن کا سکوں، راتوں کی نیند
کیسے کیسے شہر تیرے غم میں ویراں ہو گئے

دوستی ہے گر یہی تو دشمنی کی خیر ہو
دوستوں کو دیکھ کر دشمن پشیماں ہو گئے

ہر خوشی سے رنج ہوتا ہے، ہر اک غم سے خوشی
عشق میں ہم کس قدر مانوس حرماں ہو گئے

یاد ہیں وہ زخم دل، زخم جگر، وہ زخم جاں؟
ہاں وہی جو میری بربادی کا عنواں ہو گئے!

کم نہیں یہ عشق کے احساں ہمارے حال پر
دل لگا کر بے نیاز کفر و ایماں ہو گئے

یاد کیا آیا انہیں، کیا پوچھئے، کیا جانئے
پوچھ کر وہ حال دل خود ہی پشیماں ہو گئے

بات اس کافر ادا سے جب نہ کوئی چل سکی
بربنائے مصلحت سرؔور مسلماں ہو گئے!

نماز عشق میں سجدہ اسے کیا تو ہے
یہ نامرادی اسی شرک کی سزا تو ہے

وفا کے نام سے واقف وہ بے وفا تو ہے
اسی کا نام محبت میں معجزہ تو ہے

یہ چشمِ نم، یہ خموشی، یہ آہِ نیم شبی
چھپاؤ لاکھ مگر کچھ نہ کچھ ہوا تو ہے

بلا سے موت نہ آئے اگر بلانے سے
ہماری زندگی اک صورت قضا تو ہے

کسی کا جور تغافل بہت غنیمت ہے
اسی طرح سے تعلق کا سلسلہ تو ہے

اب ایسا قابل نفریں نہیں یہ کافر دل
خدا پرست نہیں ہے، خدا نما تو ہے!

شکایت غم ہجراں، نہ شکوۂ دوراں
دم عزیز ٹھکانے سے آ لگا تو ہے

کرے نہ کوئی تلاش علاج درد دل
دوا خود اپنی یہی دردِ لا دوا تو ہے

جنون عشق ذرا صبر کر خدا کے لئے
بیان ان سے کیا اپنا مدعا تو ہے

ذرا سی بات سے جی ہارتے نہیں سرؔور
ہُوا نہ کوئی تمہارا نہ ہو، خدا تو ہے!

دل نے صدمے اٹھائے ہیں کیا کیا
وہ ہمیں یاد آئے ہیں کیا کیا

صبح اِس طور، شام کو اُس طور
غم نے حیلے بنائے ہیں کیا کیا

خود بخود آنکھ میری بھر آئی
حادثے یاد آئے ہیں کیا کیا

جب بھی ان کا خیال آیا ہے
دل نے قصے سنائے ہیں کیا کیا

کھیل ہے دھوپ چھاؤں کا ہر دم
آرزوؤں کے سایے ہیں کیا کیا

بستیاں کس قدر اجاڑی ہیں
درد دل میں بسائے ہیں کیا کیا

ہے امید وفا محبت میں
دیکھئے بت بنائے ہیں کیا کیا

خود بگڑتے ہیں، خود سنورتے ہیں
آپ نے ظلم ڈھائے ہیں کیا کیا

ہر گھڑی، ہر نفس کسی کی یاد
عشق نے دن دکھائے ہیں کیا کیا

صبح کی آہیں، شام کے آنسو
راس سرورؔ کو آئے ہیں کیا کیا

تو اپنی خوشی کا بھی مختار نہیں ہے
اب چارہ کوئی اے دلِ ناچار نہیں ہے

جس پھول کے دامن میں کوئی خار نہیں ہے
اس پھول کا دل میرا طلبگار نہیں ہے

ہے سر کا جھکانا ہی اگر شرط شرافت
سر مجھ کو جھکانے میں کوئی عار نہیں ہے

کس منھ سے کریں شکوۂ یارانِ وطن ہم؟
کیا کم ہے یہی تہمتِ اغیار نہیں ہے؟

یہ تہمت بیجا، یہ شب و روز کے شکوے
یہ کیا ہے اگر سلسلہ دار نہیں ہے؟

عنوانِ الم آپ ہی تجویز کریں خود
دنیا میں کوئی آپ سا غمخوار نہیں ہے

بازار وفا یوں ہوا اخلاص سے خالی
اس جنس کا اب کوئی خریدار نہیں ہے

اقرار محبت بھی بھلا کوئی خطا ہے؟
میں کس سے کہوں دل یہ خطاوار نہیں ہے؟

امیدوالم، حسرت وغم، رنج و تمنا
مجھ کو تری سوغات کوئی بار نہیں ہے

کیا سایۂ تسکیں کی تمنا کریں سرورؔ
اس شہر میں ایسی کوئی دیوار نہیں ہے

وقت کے ہاتھوں کا مارا، کشتہ تقدیر ہوں — داستانِ نامرادی، آہِ بے تاثیر ہوں
وائے قسمت! نیم جانِ شوقِ بے تدبیر ہوں — ٹوٹ جائے عین وقتِ جنگ وہ شمشیر ہوں
مٹ گئی جو صفحہء ہستی سے وہ تحریر ہوں — یا زبان دہر کی بھولی ہوئی تقریر ہوں
آزمائیں تو سہی مجھ کو حریفان وفا — میں گرفتار وفا شائستہ زنجیر ہوں
زندگی اک خواب ہے اور خواب بھی بھولا ہوا — اور میں اس خواب کی بگڑی ہوئی تعبیر ہوں
عشق سے میں محرم اسرار ایماں ہو گیا — اور یہ کہتی ہے دنیا بندہء تکفیر ہوں
کیا تماشہ ہے کہ ہوں پامال ارباب جفا — میں کہ قرآن وفا کی آخری تفسیر ہوں
کیوں کسی سے شکوہَ بے مہری یاراں کروں؟ — خود ہی اپنے پاؤں میں لپٹی ہوئی زنجیر ہوں
شاعری اپنی برائے بیت ہے سرؔور کہ میں — حاشیہ بردارِ غالبؔ، خوشہ چینِ میرؔ ہوں!

صبح امید کی پھر شام ہوئی جاتی ہے — عمر شائستہ آلام ہوئی جاتی ہے
ہر نظر اس کی مے و جام ہوئی جاتی ہے — عاشقی واقف اسلام ہوئی جاتی ہے
آشنائے غم ایام ہوئی جاتی ہے — زندگی کیسی خوش انجام ہوئی جاتی ہے
کیا کھلے گا کوئی گل اور تری فرقت میں؟ — نبض غم تیز سر شام ہوئی جاتی ہے
کس قدر درد کی تجھ پر ہے عنایت اے دل! — بیکسی اپنا ہی انعام ہوئی جاتی ہے
جتنا میں عشق میں منزل کے قریب آتا ہوں — دور اتنی ہی یہ ہر گام ہوئی جاتی ہے
اس طرح سرد ہُوا دہر میں بازار وفا — غمگساری بھی اک الزام ہوئی جاتی ہے
کیا کہیں اشک گرا یا کوئی دل ٹوٹ گیا؟ — صبح آئی نہیں اور شام ہوئی جاتی ہے
سچ تو یہ ہے کہ یہ قسمت کی ہیں باتیں سرؔور — عاشقی مفت میں بدنام ہوئی جاتی ہے

ناوک غم کبھی تم نے بھی تو کھایا ہوگا؟ — شام تنہائی کوئی یاد تو آیا ہو گا؟

یاد ماضی نے تمہیں جب بھی رلایا ہو گا — صبح امید دیا دل کا جلایا ہو گا

آرزو ہائے محبت کی گراں باری نے — جانے کس کس کو ٹھکانے سے لگایا ہوگا

مجھ کو آتا ہے ترس آپ کی مجبوری پر — جانے کس دل سے دُکھے دِل کہ دُکھایا ہوگا

اہل دل ان کے تغافل سے پریشان نہ ہوں — ہنس کے مل لینا انہیں راس نہ آیا ہو گا

دل کی بڑھتی ہوئی بیچینی خبر دیتی ہے — عشق کی آگ کو رہ رہ کے دبایا ہو گا

سانس لیتا ہوں تو اس جان پہ بن جاتی ہے — اس سے بڑھ کر بھی کوئی درد خدایا! ہوگا؟

خواب اپنا کوئی شرمندۂ معنی نہ ہُوا — خواب ایسا کسے قسمت نے دِکھایا ہو گا؟

آ گئی نیند غم عشق کے مارے دل کو — حسن نے پھر کوئی افسانہ سُنایا ہو گا

یہ کہاں اپنا مقدر کہ وہ آئیں سرورؔ — ہو نہ ہو اپنے خیالات کا سایا ہو گا

سب زخم الم، خون جگر دیکھ رہے ہیں — ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

کیا تم کو بتائیں کہ کدھر دیکھ رہے ہیں — تم ہی نظر آتے ہو جدھر دیکھ رہے ہیں

رسوائی و ناکامی وآشفتہ دماغی — ہم وقتِ سفر رختِ سفر دیکھ رہے ہیں

کیا کوئی خریدار نہیں اشک وفا کا؟ — یہ آج کیا اے دیدۂ تر دیکھ رہے ہیں

یہ شہر خموشاں ہے کہ میرا دل برباد؟ — دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہے ہیں

واقف نہیں پروانے کے غم سے کوئی لیکن — محفل میں سبھی رقص شرر دیکھ رہے ہیں

جیسے نہ ہو دنیا سے کوئی واسطہ ہم کو — یوں اس کو بانداز دگر دیکھ رہے ہیں

اس حال میں بھی ان سے ہے امید محبت؟ — اک خواب ہے جو شام وسحر دیکھ رہے ہیں

ہے بات کوئی شعر میں ظالم کے یقیناً" — سرورؔ کو جو یوں اہل نظر دیکھ رہے ہیں

ہر ایک بات میں ان کو کلام ہوتا ہے ۔۔۔ بھلا زمانہ میں یوں بھی سلام ہوتا ہے؟

نہ صبح صبر ہے ہم کو نہ شام ہوتا ہے ۔۔۔ دلِ غریب کا قصہ تمام ہوتا ہے

بڑھا نہ یوں مری بیچارگی کا افسانہ ۔۔۔ کہ اس فساد میں تیرا بھی نام ہوتا ہے

کبھی پیام بشکلِ عتاب آتا ہے ۔۔۔ کبھی عتاب بشکلِ پیام ہوتا ہے

انہیں خبر تو ہوئی ہے ہماری حالت کی ۔۔۔ یہ دیکھنا ہے کہ کیا انتظام ہوتا ہے

نہ دیکھا لطف سے اس نے تو کوئی بات نہیں ۔۔۔ ہر ایک شخص کا اپنا مقام ہوتا ہے

سفینہ دل کا کنارہ سے آ لگا شاید ۔۔۔ زباں پہ ذکر ترا صبح و شام ہوتا ہے

جنوں پہ اہلِ خرد یوں ہنسیں؟ معاذاللہ! ۔۔۔ یہ کیا تماشہ سرِ راہ عام ہوتا ہے؟

وہ کم نصیب، وہ سرؔور، وہ نامراد وفا! ۔۔۔ بنامِ دوستی رسوائے عام ہوتا ہے

منزلِ درد سے گذر آئے ۔۔۔ آج اپنے کئے کو بھر آئے

آج یاد آئی اس کی یوں جیسے ۔۔۔ صبح کا بھولا شام گھر آئے

ناتوانی سی ناتوانی ہے! ۔۔۔ غم اٹھاتے ہوئے بھی ڈر آئے!

ہم نے مانا کہ کچھ نہیں حاصل ۔۔۔ کیا کریں کوئی یاد اگر آئے؟

ہم اگر کام سے گئے تو کیا؟ ۔۔۔ آپ تو اپنا کام کر آئے!

تھا قیامت نگاہ کا ملنا ۔۔۔ آنکھ سے دل میں وہ اتر آئے

پہلے جس آرزو میں جیتے تھے ۔۔۔ اب اسی آرزو میں مر آئے

دل دکھے اور آنکھ خشک رہے ۔۔۔ آئے تو کیسے یہ ہنر آئے؟

میرے آنسو غریب کے آنسو ۔۔۔ ان میں پھر کس طرح اثر آئے؟

باز آ اب بھی عشق سے سرؔور ۔۔۔ کتنے الزام تیرے سر آئے!

بتائیں کیا تمہیں گذری شباب میں کیا کیا
''فریب خود کو دیئے اضطراب میں کیا کیا''

ادھر وہ شوق تماشہ، ادھر یہ چشم امید
نظر وہ آتے رہے سو حجاب میں کیا کیا

یہ رسم سنگ ملامت، یہ رسم سنگ ستم
سلام شوق پہ آیا جواب میں کیا کیا

ترے غرور کی صورت، تری انا کی طرح
نشہ ہے میری خودی کی شراب میں کیا کیا

میں بے نیاز زمانہ رہا محبت میں
زمانہ کہتا رہا میرے باب میں کیا کیا

ورق ورق الم وغم، سبق سبق حسرت
لکھا ہوا ہے یہ میری کتاب میں کیا کیا

کیا نہ دل نے گوارا کہ تیرا نام آئے
گناہ لے لئے اپنے حساب میں کیا کیا

بہ شکل تیرگی شب، بہ رنگ نور سحر
وہ آتے جاتے رہے میرے خواب میں کیا کیا

زمانہ سازی کی عادت نہیں ہے سرور میں
وگرنہ وصف ہیں خانہ خراب میں کیا کیا

زندگی کٹے کیوں کر دل کو کیسے تاب آئے
آئے یاد وہ اکثر اور بے حساب آئے

ابتدائے الفت میں کیسے کیسے خواب آئے
تارے کس قدر چمکے، کتنے ماہتاب آئے

کاش شہر حسرت میں ایسا انقلاب آئے
حسن ٹوٹ کر برسے، جھوم کر شباب آئے

صبح و شام، روز و شب آس پر گذارا ہے
کیوں کسی پہ الفت میں وقت یوں خراب آئے

عمر کٹ گئی ساری بس انہیں امیدوں میں
کوئی تو اشارہ ہو، کوئی تو جواب آئے

رات گوشہ دل میں یاد آئی یوں جیسے
نور و نغمگی برسے، بوئے صد گلاب آئے

کیا بتائیں گذری کیا ہم پہ شہر خوباں میں
آرزو گئے لے کر، ہو کے آب آب آئے

ہائے کیا تماشہ تھا دل کا ہاتھ سے جانا
یوں تو زندگانی میں کتنے انقلاب آئے

دوستوں سے ہیں سرور تم کو اب بھی امیدیں؟
لے کے بزم میں تم پھر درد کی کتاب آئے!